آپ ﷺ کی عالمی اتحاد کیلئے کوششیں وکاوشیں
سیرت طیبہ ﷺ کے آئینہ میں

سعید احمد صدیقی

قرآن کریم کی سورۂ ممتحنہ میں بین المذاہب عالمی آہنگی اور احسان کے حوالے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا واضح ارشاد موجود ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے تم کو خدا منع نہیں کرتا۔ خدا تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔(القرآن) (سورۂ ممتحنہ۔آیۃ:۸)

اس آیت کریمہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھلائی اور انصاف کا حکم دیا ہے اور ساتھ یہ کہا کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے آج جب کہ فاصلے سمٹ چکے ہیں بین الاقوامی طور کے ہر مذہب کا ہر مذہب کے ماننے والا سے رابطہ آتا ہے بلکہ ایک دوسرے کی معیشت روزگار، توانائی ایک دوسرے سے وابستہ ہے تو ایسی طور میں بین الاقوامی ہم آہنگی کی ضرورت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

نبی رحمت ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم اقوام اور دیگر مذاہب کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت فرمایا اور ہر ایک کو مذہب وعقیدہ کی آزادی مرحمت فرمائی، یہود مدینہ کے ساتھ میثاقِ مدینہ، اہل نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ معاہدہ اور ان میں انسانی ومعاشرتی حقوق پر مشتمل دفعات کے علاوہ ان کے ساتھ اتحاد، یگانگت اور ہم آہنگی کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس کی نظیر پوری مذہبی تاریخ اور خود یہود وعیسائیت کی تاریخ میں نہیں ملتی، یہ معاہدے مختلف عقائد، مذاہب، اقوام اور

ریسرچ اسکالر، وفاقی اُردو یونیورسٹی شعبہ اسلامیات کراچی

جماعتی وابستگی رکھنے والوں کو اعلیٰ انسانی مقاصد کی خاطر ایک عالمی نظام میں متحد کر دینے کی بے نظیر مثالیں ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت انسانیت نسلی، لسانی اور مفاداتی گروہوں میں تقسیم تھی، اشراف قریش، مذہبی، قومی اور معاشی بنیادوں پر قابل عزت تھے۔ غلاموں اور کمزور لوگوں کی زندگی ان کے رحم وکرم پر تھی۔ ایسے میں پیغمبر انسانیت نے مساوات انسانی کا نعرہ بلند کیا۔(۱) آج جبکہ فاصلے سمٹ چکے، پوری دنیا ایک دوسرے کے سامنے اسکرین پر موجود ہے، ایسے میں ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا کرتے ہوئے ایسا لائحہ عمل مرتب کرنا ہوگا جو پوری عالمی برادری کے لئے قابل قبول ہو، جس میں ہر ایک کی عزت نفس، مذہبی وقار اور رجانی و مالی تحفظ ہو اور یہ اسوۂ حسنہ میں ہے، بقول سید سلیمان ندویؒ: ”غرض جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو، تمہاری زندگی کے لئے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستی واصلاح کے لئے سامان، تمہارے ظلمت خانے کے لئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد ﷺ کی جامعیت کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔ اس لئے طبقہ انسانی کے ہر طالب اور نور ایمان کے ہر متلاشی کے لئے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔(۲)

”اسلام سے پہلے سارے مذاہب قومی تھے، یعنی ایک قوم کے ساتھ مخصوص تھے، اس میں کسی کو شامل ہونے کی اجازت نہ تھی، اور وہ کسی خاص قوم کی اصلاح وہدایت کے لئے آتے تھے، ان میں عالمگیریت نہ تھی، اسلام پہلا مذہب ہے سارے عالم کی ہدایت ورہنمائی کے لئے آیا“(۳)

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام علاقوں، قبیلوں اور خاص قوموں کی طرف مبعوث ہوتے تھے، آپ ﷺ کی آمد سے بین الاقوامیت کا تصور ابھرا“(۴)

زندگی کی بعض حقیقتیں ایسی ہیں جن کو صرف سمجھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے، مگر ان کی جامع تعریف مشکل ہوتی ہے۔ مثلاً محبت، سچائی، رعنائی اور عقل ودانش وغیرہ۔ یہی معاملہ مذہب کا ہے۔ اس کی تعریف مختلف مفکرین نے مختلف کی ہے۔ مغربی مفکرین میں سے ای بی ٹیلر کا موقف ہے:

Reiligion means the belief in spirtual beings.(5)-یعنی مذہب سے مراد ہے روحانی مخلوقات پر ایمان لایا جائے۔

برونائیٹ ہیڈ لکھتا ہے::مذہب اعتقاد کی اس قوت کا نام ہے جس میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ انسان اور اس کے کردار میں انقلاب پیدا کردے، بشرطیکہ اسے خلوص کے ساتھ قبول کیا جائے اور بصیرت کے ساتھ سمجھا جائے"(۶)

اسی طرح مشہور عالم نفسیات پروفیسر جیمز ایچ لیوبا James H. Leuba نے اپنی تصنیف میں مذہب کی مختلف تعریفات نقل کی ہیں، جو مذہب کے کسی نہ کسی ضروری جزو پر حاوی ہیں۔ مثلاً: "☆ مذہب اس احساس کا نام ہے جو کسی مقدس، بالاتر اور ان دیکھی ذات کا وجود انسان کے قلب و دماغ پر پیدا کرتا ہے۔☆ مذہب ایک ایسی ازلی و ابدی حقیقت پر ایمان لانے کا نام ہے جس کی حیثیت اور ارادہ انسانی منشاء اور ارادے سے بالاتر ہے اور جس کا تعلق انسان کی زندگی کے ساتھ بہت گہرا ہے۔☆ مذہب ایک روحانی اور نفسی حاسہ ہے، جس کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ انسان اور کائنات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ ☆ مذہب ان مافوق الانسانی قوتوں کی رضاجوئی کا نام ہے جو انسانی زندگی پر حکمران ہیں۔☆ مذہب اس جستجو کا نام ہے جو انسانی زندگی کے حقیقی مقاصد کے ادراک کے لئے کی جاتی ہے۔"(۷)

سوچنے کی بات یہ ہے کہ مذہب کے بارے میں یہ تمام مغربی افکار ہیں، ہمیں بحیثیت مسلمان ان افکار کی ماہیت سے نظریاتی اختلاف ضرور ہوسکتا ہے، مگر ان افکار کے اندر کہیں بھی مذہب کی تعریف میں انتشار، ظلم و زیادتی اور تنگ نظری کا پہلو سامنے نہیں آتا ہے۔

مذہب کی تشریح قرآنِ کریم کے حوالے سے

اب اگر ہم مذہب کے تصور کا قرآن حکیم کی تعلیمات وارشادات کی روشنی میں تجزیہ کریں تو ہمیں اس مفہوم میں دین، شریعت، ہدایت، صراط اور طریق کی اصطلاحات ملتی ہیں۔ اسلام کے تصور مذہب کو سمجھنے کے لئے مختصر طور پر ان اصطلاحات کا فہم بھی بہت ضروری ہے۔ دین کے لغوی معنی ہیں انقیاد و اخلاص، مگر استعارۃً واصطلاحاً اس سے مراد ملت اور شریعت ہے۔(۸)

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامَ۔ (۹)

یعنی بے شک اللہ کے نزدیک اگر کوئی دین ہے تو وہ اسلام ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں اسلام کے لئے دِیْنِ الْحَقِ (۱۰) دِیْنِ اللّٰہِ (۱۱) الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (۱۲) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ دس ہجری میں جب وحی کے ذریعے دین کے کامل ہونے کی خوشخبری سنائی گئی تو اس وقت بھی اسلام کے لئے دین کی اصطلاح استعمال کی گئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ج (۱۳)

بقول امام ابوحنیفہ لفظ دین کا اطلاق ایمان، اسلام اور جملہ احکام شریعہ پر ہوتا ہے۔ (۱۴) علامہ جرجانی کے نزدیک دین اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ دستور حیات ہے۔ جو اصحاب اہل فکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ لائحہ عمل کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ (۱۵) اس بحث سے واضح ہوا کہ اسلام عقیدہ واقرار بھی ہے اور عمل بھی، مکمل ضابطہ حیات بھی ہے اور دستور العمل بھی اور اس کا مجموعی نام ''دین'' ہے۔ جس میں عقائد، عبادات، معاملات، انفرادی، اجتماعی، سیاسی، اقتصادی، عسکری، عدالتی اور بین الاقوامی تمام امور شامل ہیں، اور یہ تمام مذاہب کا احترام سکھاتا ہے اور ان سے اتحاد و یگانگت کی دعوت دیتا ہے اور ان سے خیر خواہی سکھاتا ہے۔

رحمۃ للعلمین، خاتم النبیین، ہادی عالم، نبی آخر الزمان، سرور کائنات، محسن انسانیت، رسول رحمت اعلیٰ ترین معلم انسانیت ﷺ کی سیرت حسنہ ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ جب کسی ایسی جماعت، حکومت یا دوسرے مذہب کے حامل عقیدے کے لوگوں کو دعوت دینے کی خواہش ہو جو عقائد و نظریات میں اس سے مختلف ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ جماعت، حکومت کو اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو اسے مسئلے کی طرف دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دعوت نامے کے سنہرے حروف کا ترجمہ یہ ہے:

''میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جونہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے، روم کے بادشاہ ہرقل کی جانب ہے۔ سلامتی ہو اس شخص کے لئے جو راہِ ہدایت کی پیروی کرے بعد اس کے میں تجھے اسلام کے بلاوے کی طرف دعوت دیتا ہوں، اسلام لا تو سلامت رہے گا، اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اجر دے گا، اور اگر تو اعراض کرے گا تو تجھ پر ان سب کسانوں کا وبال ہوگا جو تیری رعایا ہیں، اے اہل کتاب: ایک ایسی بات پر آ کر جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے، یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ شریک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں کو رب بنائیں۔'' (۱۶)

اگر کوئی قبول کرتا ہے تو فبہا ورنہ قرآن ہمیں حکم دیتا ہے:

دعوت کا طریقہ

فقولوا اشهدوا بِأنّا مُسلمونَ (۱۷)

''تو کہہ دو، گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔''

''اس آیت میں جو یہ کہا گیا ہے کہ تم گواہ رہو، اس سے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب دلائل واضح ہونے کے بعد بھی کوئی حق کو نہ مانے تو اتمام حجت کے لئے اپنا مسلک ظاہر کر کے کلام ختم کر دینا چاہئے، مزید بحث وتکرار مناسب نہیں'' (۱۸)

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلام امن کا داعی، صداقت کا علمبردار اور انسانیت کا پیغمبر ہے، اس کی نگاہ میں بنی نوع انسان کا ہر فرد مساوات ومرتبے کا مستحق ہے اور رنگ ونسل کے عیوب سے پاک ہے، اسلام سارے طبقات انسانی کے لئے رحمت بن کر آیا ہے۔ ''اور اپنی رحمت کی بارش سے انسانیت کی سوکھی ہوئی کھیتی ہری کر دی۔'' (۱۹)

موجودہ دور کے دانشور کا تجزیہ

سیّد اسعد گیلانی رقمطراز ہیں: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برپا کردہ اسلامی انقلاب

نے تمام انسانوں کو ایک سطح پر لا کر کھڑا کر دیا، وہ سطح تھی انسانیت کی مساوی سطح، ابن آدم ہونے کی حیثیت سے آدمی کی سطح اور خدا کا بندہ ہونے کی حیثیت سے بندگی کی سطح یہ وہ مساوی اور برابر کی سطح تھی، جس پر اس سے پہلے سارے انسانوں کو کبھی کھڑا نہیں کیا گیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلاب کا یہ حیرت انگیز معاشرتی اور انسانی پہلو تھا، پہلی بار آدم کے بیٹوں کو مساوی انسانی حقوق ملے تھے"(۲۰)

عالمی بین الاقوامی مذاہب

آج دنیا کو جس مذہب اور منشور کی ضرورت ہے، وہ روشن دین اسلام ہے، ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزول کتاب تمام نوع انسانی کا مشترک سرمایہ ہے، جس طرح خدا کی تمام مادی نعمتیں ہر فرد کے لئے عام ہیں، اسی طرح یہ روحانی نعمت بھی تمام مخلوق کے لئے عام ہے"(۲۱)

نبوت اور کتاب پوری انسانی برادری کا مشترک سرمایہ ہے

ہادی برحق نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کریم کہتا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (۲۲)

اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ٥ (۲۳)

ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کے لئے انجام سے باخبر کرنے والا اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ (۲۴)

آپ ﷺ کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

کتاب الٰہی کا کھلا اعلان

خود قرآن کریم فرقان حمید اپنے بارے میں یہ اعلان کرتا ہے:

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا ۝ (۲۵)

پاک ہے وہ ذات جس نے حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن کریم اپنے بندے پر اتارا تا کہ وہ تمام انسانوں کو انجام سے ڈرائے۔

عالمی برادری

آج عالمی برادری کی اصطلاح عام ہے، ہر فرد، قوم، ملک عالمی برادری میں مقام حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے، لیکن یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ عالمی برادری کا تصور کہ سب سے پہلے قرآن کریم نے پیش کیا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّ اُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ (۲۶)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں، تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار یہ اعلان فرمایا:

الناس کلھم من آدم آدم من تراب (۲۷)

غیر مسلم دانشور کا اعتراف حقیقت

منشی شیشو پرشاد نے کیا خوب کہا:

حب عالمگیر سے چمکا نام اسلام کا
ورنہ میں کرتا نہ ہرگز احترام اسلام کا

"آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھائی چارہ کی وجہ اور سبب صرف یہی نہیں بتایا کہ ہم پوری

دنیا ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، بلکہ اس لئے بھی کہ یہ سب ایک ہی خدا کے بندے ہیں، اور فرداً فرداً یہ سب اس رشتہ عبدیت میں جڑے ہوئے ہیں۔" (۲۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کونوا عباد اللّٰہ اِخواناً۔ (۲۹)

"اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ"۔

اسلام محض عقل وضمیر کے اشتراک پر انسانی بھائی چارے کی بنیاد استوار نہیں کرتا، بلکہ اس مادّی بھائی چارہ کی بنیاد ورشتہ خون پر رکھتا ہے، وہ کہتا ہے سارے انسان جس طرح ایک خدا کی مخلوق ہیں۔ "الخلق عیال اللّٰہ" (۳۰) ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ اسی طرح وہ ایک ہی ماں کی اولاد ہیں، اور ان میں ایک ماں باپ کا خون رواں دواں ہے۔ مجیب اللہ ندوی رقم طراز ہیں: "جس طرح ایک ماں باپ کے لڑکے بھی مختلف رنگ وروپ، قوت وصلاحیت اور مختلف عقل وضمیر کے ہوتے ہیں اسی طرح دنیا کے انسانوں میں رنگ ونسل اور قوت وصلاحیت کا اختلاف ہے، بہر حال ان سب میں کالے ہوں یا گورے، عربی ہوں یا عجمی، یورپین ہوں یا امریکن، ہندی ہوں یا جاپانی، ان کی رگوں میں ایک ہی ماں باپ کا خون دوڑ رہا ہے۔" (۳۱)

و یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ج (۳۲)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا، پھر دونوں کے ذریعے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ o (۳۳)

خدا کی نشانیوں میں زمین وآسمان کو پیدا کرنا بھی ہے، اور مختلف رنگ کے انسانوں کا ہونا بھی ان سب میں تمام عالم کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

شیخ سعدیؒ نے اسی تصور کو ان اشعار میں واضح کیا:

بنی آدم اعضائے یک دیگراند
چوں بعضے زبعضے اگر کمتر اندر
چوں عضوے بدرد آید آزردگار
دگر عضو ہارا نماند قرار(۳۴)

"سارے انساں ایک دوسرے کے اعضاء ہیں، جس طرح ان میں کوئی چھوٹا اور کوئی بڑا مگر جب کسی عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے اعضاء بھی اس تکلیف کو محسوس کرتے ہیں۔"

موجودہ دور کا سب سے اہم تقاضہ

عصر حاضر کا سب سے اہم تقاضہ یہ ہے کہ ہم بین المذاہب عالمی اتحاد وہم آہنگی کو فروغ دیں اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کا جذبہ رکھتے ہوں اور ہمارے اندر عفو و درگزر، تحمل و برداشت رواداری کے ساتھ تحقیق وجستجو کا مادہ ہو، ہر مسلمان اپنی جگہ چلتا پھرتا میڈیا ہو اور ہماری سوچ کا محور زمین اور زمین کے اندر آسمان اور اس کی وسعتوں اور حقیقتوں کی تلاش اور بحروبر کا ہمارے لئے مسخر ہونا ہے۔

وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔(۳۵)

اور زمین وآسمان کی کی تخلیق میں غور کرتے ہیں۔

وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔(۳۶)

اور ہم نے بحروبر ان کے لئے مسخر کردیئے۔

کا ہم صحیح معنوں میں مصداق بن سکیں۔ وطن عزیز اور عالم اسلام کا دفاع حکمت وبصیرت اور فکر ودانائی کے ساتھ کریں، کیونکہ جس طرح غلط فہمی کی بنیاد پر اور منفی پروپیگنڈے کے زور پر عالم اسلام کے خلاف منفی قوتیں سرگرم عمل ہیں، ہمیں انتہائی تدبر اور ہوشمندی سے نہ صرف اسے زائل کرنا ہے بلکہ وطن عزیز اور عالم اسلام کو بچاتے ہوئے اسلام کو روشن، درخشاں اور اعتدال پسند مذہب کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے، جو سب کو ساتھ لے کر چلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

عالمی سطح پر اتحاد و یگانگت کی ضرورت

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اُخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

اسلام کی رحمت و شفقت کا دائرہ کسی خاص طبقہ اور کسی خاص قوم و ملت تک کے لئے محدود نہیں، بلکہ پورے عالم انسانیت تک وسیع ہے، اُس نے ساری مخلوق کو خدا کا کنبہ مانا ہے اور تمام مخلوق کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا حکم دیا ہے:

الخلق کلھم عیال اللّٰہ فاحبّ الخلق عند اللّٰہ من احسن الی عیالہ (۳۷)

ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اور اس کے نزدیک سب سے پسندیدہ مخلوق وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ نیکی کرے۔

تمام انسانوں کو انسانیت کے رشتہ سے بھائی مانا ہے اور اُن کو بھائیوں کی طرح اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہنے کی تلقین کی ہے:

لا تقاطعُوا و لاتدابرُوا و لا تباغضوا و لا تحاسد و اکونوا عِبادَاللّٰہِ اخوانا (۳۸)

ایک دوسرے سے تعلقات منقطع نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور خدا کے بندے، بھائی بھائی بن جاؤ۔

ہر انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ رحم و کرم کی تعلیم دی ہے، جو انسان دوسرے انسان پر رحم نہیں کرتا، وہ رحمت خداوندی کا مستحق نہیں ہے۔

اِرحَمُوا مَنْ فی الاَرض یرحمکم مَنْ فی السَّمَاء۔ (۳۹)

”تم لوگ زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے: مَنْ لَمْ یَرْحَم النّاس لم یرحم اللّٰہُ (۴۰) جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اُس پر اللہ بھی رحم نہیں کرتا۔

کوئی مسلمان اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک سب کی بھلائی نہ چاہے۔ (۴۱)

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک دوسروں کے لئے وہی

پسند نہ کرے، جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور جب آدمی کسی کو دوست رکھے تو اللہ کے لئے دوست رکھے۔ (۴۲)

ایک دوسری حدیث کا ٹکڑا ہے جس مین مسلمان ہونے کے لئے کئی شرطیں بتائی گئی ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے۔ "تم لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔" (۴۳) کلام مجید میں عدل وانصاف اوراحسان وسلوک کا عام حکم ہے، اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔

اِنَ اللّٰهَ يَامُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ (۴۴)

"بیشک اللہ (سب کے ساتھ) عدل، واحسان وسلوک کا حکم دیتا ہے۔"

اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ۔ (۴۵)

"تم دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرو جیسا کہ اللہ تمہارے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔"

اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ سب کے ساتھ حُسن اخلاق سے پیش آنا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جہاں بھی جاؤ اللہ سے ڈرتے رہو، کوئی برائی سرزد ہو جائے تو کوئی ایسا نیک کام کرو جو اُس کو مٹادے، اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔ (۴۶)

تعلیمات اسلامی کا سب سے امتیازی پہلو

اسلام میں اس قسم کے جتنے اخلاقی احکام ہیں وہ مذہب وملت کی تخصیص کے بغیر سارے انسانوں کے لئے عام ہیں، اس میں مسلم اور غیر مسلم سب شامل ہیں، مثلاً غریبوں کی دستگیری، مظلوموں کی امداد اور اس قبیل کے دوسرے نیک کام کسی کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں، یہ اور بات ہے کہ اوّلیت اور ترجیح اپنے اہل مذہب کے غرباء اور ناداروں کو حاصل ہوگی کہ چراغ پہلے گھر سے جلتا ہے۔

اس بارے میں اسلام کے نقطہ نظر کا اندازہ اُس حدیث قدسی سے ہوگا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ: "اللہ عزوجل قیامت میں فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی، بندہ عرض کرے گا، میں تیری عیادت کس طرح کرتا، تو تو خود سارے جہان کا پروردگار ہے۔ خدا فرمائے گا کیا تجھ کو نہیں معلوم کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تو نے

اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو عیادت کرتا تو مجھ کو اُس کے پاس موجود پاتا، اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نہیں کھلایا، بندہ عرض کرے گا پروردگار تو تو خود ربّ العالمین ہے، میں تجھ کو کس طرح کھلاتا، خدا فرمائے گا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے کھانا مانگا، تو نے نہیں کھلایا، اگر تو اس کو کھلاتا تو اس کھانے کو میرے پاس موجود پاتا، اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا، تو نے نہیں پلایا، بندہ عرض کرے گا پروردگار میں تجھ کو کس طرح پانی پلاتا، تو خود ربّ العالمین ہے، خدا فرمائے گا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا، مگر تو نے نہیں پلایا، تو اگر پلاتا تو میرے پاس موجود پاتا۔(۴۷) یہ حدیث تمثیلی ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ ہر حاجت مند کی امداد دستگیری ایک مسلمان کا اخلاق فرض ہے، اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔

دوسرے مذاہب کے بارے میں اسلام کا فراخ دلانہ رویّہ

اس سلسلہ میں اسلام نے ایک بڑی اور بنیادی اصلاح یہ کی کہ دوسرے مذاہب اور اُن کے وہم آہنگی ماننے والوں کے متعلق مسلمانوں کے خیالات میں تبدیلی پیدا کی، جس سے خود بخود ان میں غیر مسلموں کے ساتھ وسعت نظر کشادہ دلی، اور رواداری پیدا ہوگئی، اسلام سے پہلے کے تمام اہل مذاہب اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کو باطل اور اُن کے پیغمبروں کو کاذب سمجھتے تھے، حتٰی کہ یہودی اور عیسائی جن کے مذہب ایک ہی درخت یعنی دین ابراہیمی کی دو شاخیں ہیں، ایک دوسرے کو جھوٹا سمجھتے تھے۔

''اور یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کا مذہب کچھ نہیں، حالانکہ دونوں کتاب الٰہی کے پڑھنے والے ہیں۔(۴۸)

یہود نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کذاب و مفتری سمجھتے تھے، اور اُن کو اپنے گمان میں سولی دلوائی تھی، یہی حال عیسائیوں کی یہود دشمنی کا بھی تھا، جہاں تک اُن کا بس چلا، یہودیوں کو تباہ و برباد کرنے میں انہوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

''ایک یہودی کے لئے حضرت موسیٰ کے سوا کسی کو پیغمبر ماننا ضروری نہیں، ایک عیسائی دوسرے تمام پیغمبروں کا انکار کر کے بھی عیسائی رہ سکتا ہے، ایک تمام دنیا کو ملیچھ شہودر اور چنڈال

کہہ کر بھی ہندو رہ سکتا ہے، ایک زردشتی تمام عالم کو بہر ظلمات کہہ کر بھی نورانی ہو سکتا ہے، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ناممکن کر دیا ہے کہ کوئی ان کی پیروی کا دعویٰ کر کے ان سے پہلے کسی پیغمبر کا انکار کر سکے، غرض کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا ہے جب تک وہ دنیا کے تمام پیغمبروں کی یکساں صداقت، حقانیت، راست بازی، رسالت کا اقرار نہ کرے۔"(۴۹)

"جب تک یورپ میں مذہب کا اثر باقی رہا، بلکہ اُس کے بعد بھی ایک مدت تک یہودیوں پر عرصۂ حیات تنگ رہا، اور وہاں یہودی مجموعہ ذمائم سمجھا جاتا تھا، ہندو اپنے مذہب کے علاوہ دنیا کے کسی مذہب کو مذہب ہی نہیں سمجھتے تھے، اور ساری دنیا کو ملیچھ اور چنڈال کا لقب دے رکھا تھا، یہاں تک کہ اپنے اوپر کسی غیر مذہب والے کا سایہ بھی نہ پڑنے دیتے تھے، اس کی پوری تفصیل بیرونی نے کتاب الہند میں لکھی ہے، یہی حال ایرانیوں کے احساس برتری کا تھا، سب سے پہلے اسلام نے یہ نفرت دور کی، اُس نے بتایا کہ دنیا کی کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہیں"۔(۵۰)

اُس نے ہر قوم کی ہدایت و رہنمائی کیلئے پیغمبر مبعوث فرمائے، کلام مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے: "اور ہم نے تم سے پہلے کتنے ہی پیغمبر اُن کی اپنی قوم کی رہنمائی کیلئے بھیجے۔"(۵۱)
"اور ہم نے ہر قوم کیلئے ایک رسول بھیجا۔"(۵۲) اور ہم نے ہر قوم کیلئے رہنما بھیجا۔"(۵۳) اور مسلمانوں کیلئے ان تمام انبیاء و رسل اور ان کی کتابوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا۔

"اور ہر ایک خدا پر اور اُس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، اور ہم اللہ کے رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔"(۵۴)

ان سے انکار کفر و ضلالت ہے

"اور جو شخص اللہ کا اُس کے فرشتوں کا اور اُس کی کتابوں کا اور اُس کے رسولوں کا انکار کرتا ہے، وہ سخت گمراہی میں ہے۔"(۵۵)

اس لئے اسلام سے پہلے کے تمام انبیاء و رسل پر مسلمانوں کے لئے ایمان لانا ضروری ہے، اس کے بغیر وہ مسلمان نہیں ہو سکتے، لیکن اُن کی تعداد اتنی ہے کہ قرآن مجید میں ان سب کا

ذکر نہیں ہوسکتا تھا، جیسا کہ خود قرآن کریم کہتا ہے:

''اور ہم نے یقیناً بہت سے پیغمبر بھیجے، ان میں سے کچھ کا حال تم سے بیان کیا اور کچھ کا بیان نہیں کیا۔'' (۵۶)

جن پیغمبروں کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے، اُن کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ توحید کی تعلیم دیتے ہیں، کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اولین مقصد توحید اور خدا شناسی کی تعلیم ہے۔

''اور یقیناً ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ کی پرستش کرو اور جھوٹے معبودوں سے بچو'' (۵۷)

ایک دوسرے آیت میں ہے:

''اور ہم نے تم سے پہلے کسی نبی کو نہیں بھیجا لیکن اس کو یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، اس لئے مجھ ہی کو پوجو۔'' (۵۸)

یہ آیات اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلامی عقیدہ کی رو سے دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کی ہدایت و رہنمائی کے لئے پیغمبر نہ آئے ہوں، لیکن آج جس قدر قدیم مذاہب ہیں اُن کے پیغمبروں کے حالات افسانوں میں اس قدر گم ہیں اور ان کی تعلیمات میں اتنی تحریف ہوگئی ہے کہ اُن کی اصل حقیقت کا پتہ چلانا مشکل ہے، اس لئے کلام مجید میں جن پیغمبروں کا ذکر ہے اُن پر تو ہر مسلمان کے لئے ایمان لانا ضروری ہے، لیکن جن کا ذکر نہیں ہے اُن کو پورے اذعان و یقین کے ساتھ پیغمبر تسلیم نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ پیغمبر مان لینے کے بعد اُن پر ایمان لانا ضروری ہو جاتا ہے اور اسلام نے ان ہی چیزوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے جو تصریح کے ساتھ قرآن مجید میں آئی ہیں، اس لئے جو قومیں جن برگزیدہ شخصیتوں کو اپنا پیغمبر مانتی ہیں اور اُن کی تعلیم میں توحید ہے اور وہ پیغمبرانہ اوصاف سے متصف ہیں، اُن کو یقینی طور پر پیغمبر تو نہیں مانا جاسکتا، لیکن اُن کو خدا کا برگزیدہ بندہ بہرحال ماننا اور اُن کا احترام کرنا چاہیے۔

عالمی سطح پر مذاہب کے درمیان اتحاد و یگانگت

اسلام میں دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں زیادہ رواداری، اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی

ہے۔''عیسائیت جس کے پیروؤں نے اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ بدنام کیا ہے، اس کی تاریخ کے صفحات خون سے رنگیں ہیں، انہوں نے ادنیٰ ادنیٰ مذہبی اختلافات پر اپنے ہم مذہبوں پر جو ظلم وستم ڈھائے ہیں اس کی تفصیل آج بھی یورپ کے ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ میں دیکھی جاسکتی ہے۔(۵۹) لیکن اسلام نے پہلے ہی دن اعلان کردیا، کہ دین میں جبر نہیں ہے۔

لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ لا قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ج (٦٠)

دین میں زبردستی نہیں، راہ راست گمراہی سے علانیہ ممتاز ہو چکی ہے۔

اسلام کا قبول کرنا نہ کرنا ہر شخص کی مرضی پر موقوف ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ (٦١)

اور کہہ دو حق (اسلام) تمہارے رب کی طرف سے آچکا، بس جو چاہے قبول کرے، جو چاہے نہ قبول کرے۔

غیر مسلموں کو دعوتِ دین اور فریضہ تبلیغ کی ادائیگی۔اسلام کی ایک جامع پالیسی

تبلیغ حکمت و دانائی اور پند وموعظت کے ذریعہ کرنی چاہئے، اگر بحث ومباحثہ کی نوبت آجائے، تو وہ بھی خوبصورتی سے کرنی چاہئے:

ہر مذہب کا احترام

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط (٦٢)

''اپنے رب کے راستہ کی طرف دانشمندی اور اچھی اچھی باتوں کے ذریعہ بلاؤ اور بہت پسندیدہ طریقہ سے بحث کرو۔''

یہ تعلیم عین فطرت کے مطابق ہے اور یہی تبلیغ کا صحیح طریقہ ہے، اس لئے کہ اسلام نام ہے اسلام پر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کا، جبر وقوت سے زبان سے تو اقرار کرایا جاسکتا ہے، لیکن دل میں یقین نہیں پیدا کیا جاسکتا، اس لئے وہ اسلام معتبر ہی نہیں ہے، جس کو جبر وقوت سے منوایا جائے اسلام کی رواداری کا تو یہ عالم ہے کہ اُس نے دوسرے مذاہب کے باطل معبودوں کو

بھی برا کہنے کی ممانعت کی ہے۔

لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ ط (۶۳)

مسلمانو! ''جو لوگ اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں، اُن کو برا نہ کہو، یہ لوگ بھی نادانی سے خدا کو برا کہنے لگیں گے۔''

یہود و نصاریٰ اور دیگر مذاہب کے بارے میں اسلام کا نظریہ

ابتداء میں اسلام اور مسلمانوں کا سابقہ مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ رہا، اور تینوں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے، انہوں نے ان کو مٹانے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا، اس کے باوجود اسلام نے اُن کو انسانی حقوق سے محروم نہیں کیا، اور اُن کی مخالفت اور دشمنی کے حدود مقرر کر دیئے، یہودیوں میں زیادہ شقاوت و سنگ دلی تھی، اس اعتبار سے مسلمانوں کے ساتھ اُن کی دشمنی بھی شدید تھی، اُن کے مقابلہ میں عیسائی دیندار تھے اُن میں رقت قلب، اثر پذیری، اور قبول حق کی زیادہ صلاحیت تھی، اس لئے مسلمانوں کے ساتھ اُن کی دشمنی بھی کم تھی، کلام مجید نے اُن کی تعریف کی ہے۔

''اے پیغمبر! مسلمانوں کے ساتھ دشمنی میں یہود اور مشرکین کو زیادہ سخت پاؤ گے اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی میں سب لوگوں میں اُن کو زیادہ قریب پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس سبب سے ہے کہ اُن میں علماء و مشائخ ہیں، یہ لوگ تکبر نہیں کرتے اور جب قرآن کریم سنتے ہیں، جو رسول پر نازل کیا گیا ہے، تو دیکھو گے کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے اور یہ لوگ دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے اس لئے تو ہم کو (دین حق کی) تصدیق کرنے والوں میں لکھ لے اور ہم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ پر اور جو حق بات ہمارے پاس آئی ہے، اُس پر ایمان نہ لائیں اور توقع رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک بندوں کے ساتھ داخل کرے گا۔'' (۶۴)

یہودیوں کے ساتھ بھی جو سب سے بڑے دشمن تھے، عدل و انصاف کرنے کا حکم ہے:

''یہودی جھوٹی باتوں کی ٹوہ لیتے پھرتے ہیں، اور حرام کھاتے چلے جاتے ہیں، تو جب وہ

لوگ آپ کے پاس (اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے لئے) آئیں تو آپ کو اختیار ہے کہ آپ فیصلہ کیجئے یا اُن سے کنارہ کش رہئے اگر (ان کے درمیان میں پڑنے سے) کنارہ کش رہے تو وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، لیکن اگر فیصلہ کیجئے تو انصاف کے ساتھ کیجئے، کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (۶۵)

اہل کتاب کے ساتھ بحث ومباحثہ میں جھگڑا نہ کرنا چاہئے، بلکہ خوبصورتی کے ساتھ سمجھانا چاہئے:

"اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو، مگر شائستہ طریقہ سے البتہ جو لوگ زیادتی کریں (اُن کا جواب دیا جاسکتا ہے) ان لوگوں سے کہو کہ ہم ایمان لائے، اُس چیز پر جو ہماری طرف اتری (یعنی قرآن کریم) اور جو تمہاری طرف (توراۃ وانجیل) اتری اور ہمارا تمہارا خدا ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔" (۶۶)

دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے اسلام کا رویہ

دو مختلف اہل مذاہب کے درمیان تعلق کا ایک بڑا ذریعہ ساتھ کھانا پینا اور شادی بیاہ ہے اسلام میں اہل کتاب کا کھانا مسلمانوں کے لئے حلال اور اُن کی عورتوں سے شادی کرنا جائز قرار دیا:

مسلمانو! "آج تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کردی گئیں، اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور مسلمان بیاہتا بیبیاں، اور جن جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے، اُن کی بھی بیاہتا عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں، بشرطیکہ اُن کا مہر ادا کردو اور تمہارا ارادہ ان کو نکاح میں لانے کا ہو، نہ کھلم کھلی بدکاری کرنے کا، اور نہ چوری چھپے آشنائی کرنے کا، اور جو ایمان کی باتوں کو نہ مانے اُس کے اعمال اکارت ہیں، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔" (۶۷)

لیکن اس سے مراد وہی اہل کتاب ہیں، جو اپنے مذہب پر قائم اور اُس کے حلال وحرام کے پابند ہیں۔ عیسائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہوتے تھے اور آپ ﷺ خود اُن کی خدمت

انجام دیتے تھے، ایک مرتبہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے یہاں سے ایک سفارت آئی، آپ نے اُس کو اپنا مہمان بنایا اور بہ نفس نفیس مہمانداری کے تمام کام انجام دینا چاہے، تو صحابہؓ نے عرض کیا ہم یہ خدمت انجام دیں گے۔ ارشاد فرمایا: اُن لوگوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی ہے، اس لئے میں خود اُن کی خدمت کروں گا۔(۶۸)

اُن کو اپنی مسجد میں نماز پڑھنے تک کی اجازت دے دیتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا وفد جب مدینہ آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا تو عیسائیوں کی نماز کا وقت آ گیا، انہوں نے مسجد نبوی ہی میں نماز پڑھنی شروع کر دی، مسلمانوں نے روکنا چاہا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو منع کیا، اور فرمایا نماز پڑھنے دو، چنانچہ انہوں نے مسجد نبوی میں اپنے مذہب کے مطابق مشرق کی جانب رُخ کر کے نماز پڑھی۔(۶۹)

"جن لوگوں نے مسلمانوں کو صلح حدیبیہ میں مسجد حرام کی زیارت سے زبردستی روک دیا تھا، اُن کے ساتھ بھی زیادتی کرنے سے روکا۔ جن لوگوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا، اُن کی عداوت تم کو اُن کے ساتھ زیادتی کرنے کا سبب نہ بنے، نیکی اور پرہیزگاری کے ساتھ ایک دوسرے کے مددگار رہا کرو، اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں مددگار نہ بنا کرو۔"(۷۰)

دشمنی کی بنا پر کسی کے ساتھ بے انصافی نہ کرنا چاہئے: "اے ایمان والو! انصاف کی گواہی دینے کے لئے اللہ کے واسطے تیار ہو جایا کرو، کسی قوم کی دشمنی کی بنا پر انصاف کو نہ چھوڑو، بلکہ انصاف سے (ہر حال میں) کام لو، یہ بات تقویٰ سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ جانتا ہے جو کام تم کرتے ہو۔"(۷۱)

کفار کے ساتھ حالت جنگ میں صلح کا حکم

برسر جنگ کفار و مشرکین سے مقابلہ کے لئے تیار رہنا چاہئے، مگر جب وہ صلح کے لئے ہاتھ بڑھائیں تو صلح کر لینا چاہئے، آیات قرآنی:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ (۷۲)

''اور اگر کافر صلح کے لئے جھکیں تو تم بھی صلح کے لئے جھکو، اور اللہ پر بھروسہ رکھو، اور اگر اُن کا ارادہ دھوکا دینے کا ہو تو اللہ تمہارے لئے کافی ہے۔''

مشرکین میں سے جو پناہ چاہے اُس کو پناہ دے کر اُس کے ٹھکانے پر پہنچا دینا چاہئے۔

''اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص تم سے پناہ چاہے تو اُس کو پناہ دو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے کلام کو سن لے، پھر اس کو اس کے امن کی جگہ واپس پہنچا دو، یہ اس لئے کہ یہ لوگ (اسلام کی حقیقت سے) ناواقف ہیں۔'' (۷۳)

جنگی دشمنوں سے بھی بدعہدی نہ کرنا چاہئے:

''مشرکین میں سے جن کے ساتھ تم نے عہد و پیمان کیا، پھر انہوں نے عہد کی پابندی میں کمی نہیں کی، اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی تو اُن کے ساتھ عہد و پیمان کی جو مدت مقرر ہے، اس کو پورا کرو جو لوگ (بدعہدی سے) بچتے ہیں، اللہ اُن کو دوست رکھتا ہے۔'' (۷۴)

''اللہ کے نزدیک اور اُس کے رسول کے نزدیک مشرکین کا عہد کیونکر معتبر ہو (جب کہ انہوں نے عہد شکنی کر کے اپنا اعتبار کھو دیا ہے) مگر جن کے ساتھ تم نے مسجد حرام کے پاس عہد کیا تھا (یعنی صلح حدیبیہ میں) تو جب تک وہ لوگ سیدھے رہیں، تم بھی اُن کے ساتھ سیدھے رہو اللہ متقیوں کو دوست رکھتا ہے۔'' (۷۵)

رحمۃ للعالمین کا رویہ

حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی معاہد کو قتل کرے گا تو جنت کی بو تک سونگھنے نہ پائے گا، حالانکہ اُس کی مہک چالیس سال تک کی مسافت تک پھیلی ہو گی۔ (۷۶)

خلفائے راشدینؓ کا طرزِ عمل

اس لئے مسلمان حالت جنگ میں بھی معاہدہ کی پابندی کا بڑا لحاظ رکھتے تھے، حضرت عمرؓ خاص طور سے افسرانِ فوج کو اس کی تاکید کرتے رہتے تھے، جنگ قادسیہ کے زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو خاص فرمان لکھ کر بھیجا، جس میں من جملہ اور ہدایتوں کے ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ:

وعدہ کی پابندی ضروری ہے، دوسرے کی بدعہدی کے موقع پر عہد کی پابندی مفید اثر پیدا کرتی ہے، اور غلطی سے بھی بدعہدی کرنا ہلاکت ہے، اس سے تمہاری قوت کمزور پڑے گی اور دشمن کی طاقت بڑھے گی، تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور دشمن کی ہوا بندھ جائے گی، اس لئے میں تم کو ان باتوں سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہوں، جو مسلمانوں کے لئے باعث عار ہوں اور اُس سے اُن کی قوت کمزور پڑتی ہو۔(۷۷)

حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ بعض فوجی، دشمنوں کو امان کے بہانہ سے بلا کر قتل کر دیتے ہیں، اس لئے آپؓ نے کوفہ کے افسر فوج کو سخت خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عجمی ذمیوں کو جو بھاگ کر پہاڑ پر پناہ لیتے ہیں "مترس" (ڈرومت چلے آ ؤ) کہہ کر اپنے پاس بلاتے ہیں، اور جب وہ آ جاتے ہیں تو اُن کو قتل کر دیتے ہیں، خدا کی قسم اگر آئندہ اس قسم کا کوئی واقعہ میرے علم میں آیا تو قتل کرنے والے کی گردن اُڑا دوں گا۔(۷۸)

اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھ بھیجا کہ اگر کوئی مسلمان ہنسی مذاق میں بھی کسی عجمی کو امان دے دے، یا اس کا اشارہ کر دے، یا ایسی زبان میں کوئی لفظ کہے، جس کو عجمی نہ سمجھتا ہو لیکن اس کے یہاں امان کے ہم معنی ہو، تو اس کو امان دے دینا چاہئے۔(۷۹)

حضرت امیر معاویہؓ اور رومیوں کے درمیان ایک معین مدت تک کے لئے معاہدہ تھا، جب معاہدہ کی میعاد ختم ہونے کے قریب آئی تو حضرت امیر معاویہؓ نے آہستہ آہستہ رومیوں کی طرف پیش قدمی شروع کر دی، کہ جیسے ہی معاہدہ کی مدت ختم ہو فوراً حملہ کر دیں، اتنے میں ایک شخص گھوڑے یا خچر پر دوڑتا ہوا آیا، جو کہہ رہا تھا اللہ اکبر، اللہ اکبر عہد کو پورا کرو، بدعہدی نہ کرو، دیکھا تو حضرت عمرو بن عنبسہؓ صحابی تھے، امیر معاویہؓ نے اُن سے پوچھا کیا واقعہ ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس شخص اور کسی جماعت میں معاہدہ ہو تو اُس میں کوئی تغیر نہ کرے، جب تک مدت نہ پوری ہو جائے، یہ سن کر حضرت امیر معاویہؓ لوٹ گئے۔(۸۰)

اسلام کا عالمی معاہدہ ''میثاق مدینہ'' اتحاد و یگانگت کی بنیاد

''ہجرت مدینہ یکم ہجری کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود مدینہ کے ساتھ تاریخ ساز معاہدہ ''میثاق مدینہ'' کیا جو غیر مسلم رعایا کے ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ کا پہلا معاہدہ ہے۔ یہ معاہدہ مذہبی رواداری اور فراخ دلی کی ایک ایسی مثال ہے جس پر دنیا فخر کر سکتی ہے۔ موجودہ دور کی اقوام متحدہ بھی فریقین میں اس سے بہتر اور رواداری پر مبنی معاہدہ نہیں کرا سکتی۔'' (۸۱)

''میثاق مدینہ'' انسانیت کے تاجدار مذہبی رواداری کے علمبردار، محسن انسانیت ﷺ کی سیاسی بصیرت اور حسن تدبر کا مثالی اور تاریخی شاہکار ہے۔ جس سے اسلامی سوسائٹی کے مقاصد، پرامن بقائے باہمی، مثالی مذہبی رواداری، قیام امن، اور انسانی اقدار کے تحفظ میں بھرپور مدد ملی، ایک عظیم الشان ریاست کی تاسیس اور تنظیم و تدبیر، سرکار دو عالم کا وہ کارنامہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں پیش نہیں کر سکتی۔'' (۸۲)

اس تاریخ معاہدہ کی بدولت غیر مسلموں اور مختلف المذاہب افراد و اقوام کے حقوق و فرائض، اور مذہبی آزادی اور اتحاد و یگانگت کا اصول وضع ہوا، چنانچہ یہود مدینہ اور دیگر غیر مسلم اقلیتوں کو اتحاد و یگانگت پر مبنی اس تاریخ صحیفہ کی بدولت مندرجہ ذیل حقوق و مراعات حاصل ہوئیں۔

- اللہ کی حفاظت وضمانت ہر فریق کو حاصل ہے۔
- امت کے غیر مسلم ممبروں کو بھی مسلمانوں کی طرح سیاسی اور مذہبی حقوق حاصل ہیں، امت کے ہر گروہ کو مکمل مذہبی آزادی اور اندرونی خودمختاری حاصل ہے۔
- اُمت کے دشمنوں سے مسلم اور غیر مسلم دونوں مل کر جنگ کریں گے اور مشترکہ طور پر اخراجات جنگ برداشت کریں گے، مسلم اور غیر مسلم دونوں ایک دوسرے کے بھی خواہ ہیں۔ (۸۳)

نامور عرب محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

''یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک

ایسا ضابطہ انسانی معاشرہ میں قائم کیا جس سے شرکاء معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا، انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔(۸۴)

یہودیوں کے ساتھ مذہبی رواداری، آزادی اور ان کے حقوق کے تحفظ کی یہ تاریخ ساز دستاویز اور اس کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں۔ مذہبی رواداری، امن وسلامتی، آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہے۔(۸۵)

سیاسی وحدت کا تصور (تصورِ مملکت) Concept of Political Unity

"میثاق مدینہ میں دینی، مذہبی اور اعتقادی وحدت سے ماسوا سیاسی اور معاہداتی وحدت کا تصور بھی دیا گیا۔ یہ تصور سیاسی مفہوم کی ایک ایسی نئی توسیع تھا جس کی پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی۔ مملکت کے اندر دینی اور مذہبی وحدت کے علاوہ موجود دیگر اکائیوں کو ایک جاندار ریاستی کردار عطا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ انہیں بھی ایک ایسا باوقار سیاسی، ریاستی مقام دیا جاتا کہ وہ بھی اپنے آپ کو ریاست کا ایک عضو فعال تصور کرتے ہوئے ایک ذمہ دار کردار ادا کرتے۔ اس لئے وہ تمام فریق جن کے درمیان میثاق مدینہ طے پایا اور ان کی اتباع میں مستقبل میں اس میثاق میں شریک ہونے والے فریقوں کو میثاق مدینہ کے آرٹیکل نمبر۳ کے تحت وحدت قرار دیا گیا۔(۸۶)

انهم امت واحدة و من دون الناس

تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شریک فریقوں کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہوگی۔

اسی طرح میثاق مدینہ کی آرٹیکل نمبر۳۰ میں قرار دیا گیا کہ:

و ان یهود بنی عوف امت مع المومنین لیهود دینم وللمسلمین دینهم موالیهم وانفسهم الا من ظلم و اثم فانه لا یوتیه الا نفسه و اهله۔

اور بنی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کئے جاتے ہیں، یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔(۸۷)

عالمی معاہدہ ''میثاق مدینہ'' کے مرتب ہونے والے اثرات

دنیا کے پہلے تحریری دستور ''میثاق مدینہ'' کے تحت نہ صرف مدینہ میں موجود تمام طبقات ایک سیاسی وحدت میں بدل گئے اور وہاں کافی عرصے سے رائج سیاسی نزاع، سیاسی استحکام میں بدل گیا بلکہ تحریک اسلام کے حوالے سے بھی میثاق مدینہ کے دیرپا اثرات مرتب ہوئے۔ جو تحریک اسلام کے فروغ اور سرزمین عرب میں کفر و شرک کے خاتمے پر منتج ہوئے۔(۸۸)

- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشخص صرف دعوتی یا تبلیغی ہی نہ رہا، بلکہ آپ کو سربراہ مملکت تسلیم کرلیا گیا۔ اسی طرح اس دستور کے تحت سیاسی، سماجی، عسکری اور قانونی و عدالتی اختیارات کا مرکز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کو تسلیم کرلیا گیا۔
- مدینہ میں پہلی مرتبہ ایک باقاعدہ منظم ریاست وجود میں آئی۔ اور اسے ایک مضبوط آئینی و دستوری اساس فراہم کردی گئی جسے داخلی یا خارجی دشمنوں کی کوئی بھی سازش متزلزل نہ کر سکی۔
- اسلام کو ایک مذہبی تحریک سے ماسوا مدینہ میں مختلف طبقات کی موجودگی کے باوجود ایک سیاسی قوت بھی تسلیم کرلیا گیا۔
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی حیثیت کے اعتراف نے مدینہ و گرد و نواح میں اسلام کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔
- یہ معاہدہ تحریک اسلام کی تاریخ میں ایک بہت بڑی پیش قدمی تھا۔ جس سے اسلام کو بے شمار علاقائی، سماجی، سیاسی اور مذہبی اکائیوں میں ایک نمایاں حیثیت مل گئی، اسلام ایک مذہبی و دعوتی تحریک سے بلند ہو کر اس دور کی باقاعدہ سیاسی حکومتوں سلطنتوں کی سطح پر آ گیا۔
- مسلمان مکہ سے مدینہ میں نو آورد تھے۔ جہاں کے مختلف سیاسی، سماجی اور معاشرتی حالات میں قدم جمانے کے لئے مسلمانوں کو پرامن فضا درکار تھی۔ اگرچہ اب وہ کفار مکہ کی ستم آرائیوں سے محفوظ و مامون ہو چکے تھے، مگر وہ اس حقیقت سے بھی غافل نہ تھے کہ کفار مکہ مسلسل ان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ میثاق مدینہ کے تحت یہود اور مشرک

قبائل ان کے حلیف بن گئے اور ریاست مدینہ کے دفاع کی ذمہ داری کو سب نے مشترکہ طور پر قبول کرلیا۔ اگر میثاق مدینہ کے ذریعے مسلمانوں نے اپنی دفاعی حکمت عملی کو ٹھوس اور محفوظ بنیادوں پر استوار نہ کرلیا ہوتا تو کفار کی مدینہ کی طرف پیش قدمی کی صورت میں مسلمان اتنا موثر ردعمل نہ ظاہر کرسکتے اور اپنے دفاع میں انہیں کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔

- میثاق مدینہ نے دفاعی معاہدہ ہونے کے ناتے ریاست مدینہ کے لئے ایک حفاظتی حصار کا کام کیا۔ اس کے علاوہ گردونواح کے قبائل پر مسلمانوں کی فوقیت اور برتری کی دھاک بیٹھ گئی، کیونکہ مدینہ طیبہ میں یہود نے جو کہ غیر معمولی اثرورسوخ کے حامل تھے، آپ ﷺ کی سیاسی حاکمیت اور اقتدار کو تسلیم کرلیا تھا۔ اگرچہ قبل ازیں اسلام کو ایک نیا مذہب سمجھ کر اتنی اہمیت نہیں دی جاتی تھی، مگر اس نمایاں سیاسی پیش رفت کے بعد گردونواح کے قبائل نے بھی اسلام کا دست وبازو بننا شروع کردیا۔
- میثاق مدینہ کے تحت ریاست مدینہ میں ایک عادلانہ اور منصفانہ معاشرے کا قیام ممکن ہوا۔ اس سے قبل مذہبی اور سماجی اختلافات وتضادات کے باعث ہر قبیلہ اپنے اپنے رسوم ورواج کے تحت مقدمات کا فیصلہ کرتا تھا۔ میثاق مدینہ کے تحت پہلی مرتبہ یہاں ایک مرکزی عدالتی نظام وجود میں آیا۔ جسکے تحت آخری اعلیٰ ترین عدالتی اتھارٹی حضور اکرم ﷺ کو تسلیم کیا گیا۔ اگرچہ میثاق مدینہ کے تحت لوکل لاء کا احترام بھی محفوظ رکھا گیا، مگر ایک مرکزی عدالتی نظام کے قیام سے باہمی تضادات اور قانونی انتشار کا خاتمہ ہوگیا۔
- میثاق مدینہ کی کثیر الجہاتی افادیت ہی کا نتیجہ تھا کہ اسلام کی قوت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ ہجرت کے وقت مہاجر وانصار صحابہ کرام کی تعداد ۴۰۰ تھی۔ صلح حدیبیہ کے وقت بھی یعنی ۶ ہجری یہ تعداد ۱۴۰۰ ہوگئی، جبکہ فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کا لشکر دس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ طائف کے محاصرے میں بارہ ہزار مسلمان شریک تھے اور ہجرت کے صرف دس سال بعد حجۃ الوداع کے تاریخی موقع پر موجود مسلمانوں کی تعداد سوا لاکھ کے قریب

تھی۔ دس سال کے قلیل عرصے میں سرزمین عرب کے وسیع وعریض حصہ اور اکثر تعداد افراد کو اسلام کا حصہ بنادینا، آپ ﷺ کی بے مثال بصیرت، اور موثر و نتیجہ خیز حکمت عملی کا نتیجہ تھا۔ جس میں میثاق مدینہ کو ایک اساسی سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔(۸۹)

مذہبی آزادی کا تحفظ Protection of Religious Freedom

میثاق مدینہ میں نہ صرف ریاست مدینہ کے شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی اور اس کے لئے باقاعدہ قانون و آئینی اقدامات وضع کئے گئے بلکہ ریاست مدینہ میں آباد اقلیتوں کے لئے مذہبی آزادی کو یقینی بنایا گیا۔ تاہم بطور ایک ذمہ دار شہری کے ریاست مدینہ میں آباد اقلیتوں سے اس پابندی کا اقرار لیا گیا کہ وہ آئین کی پابندی کریں گے اور کسی طور بھی آئین اور دستور کی خلاف ورزی یا معاشرہ میں فتنہ پروری و ظلم آفرینی کا باعث نہیں بنیں گے۔

و ان یھود بنی عوف امت مع المومنین لیھود دینم وللمسلمین دینھم موالیھم وانفسھم الا من ظلم و اثم فانه لا یوتیه الا نفسه و اھله آرٹیکل : ۳۰

اور بنی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کئے جاتے ہیں، یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

مذہبی آزادی کے اس تحفظ کو کسی ایک طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے بلکہ:

- ریاست مدینہ میں آباد یہود قبائل کا، بشمول بنی نجار، بنی الحارث، بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی الاوس، بنی ثعلبہ، بنی شطیبہ کے، فرداً فرداً تذکرہ کیا گیا کہ تمام یہودی قبائل کو مذہبی آزادی کا آئینی تحفظ حاصل ہوگا۔
- یہ بھی قرار دیا گیا کہ ان یہودی قبائل کی ذیلی شاخوں اور ان کے موالی کو بھی مذہبی آزادی کا حق اسی طرح حاصل ہوگا۔

اقلیتوں کا تحفظ Protection of the Minorities

میثاق مدینہ کے تحت آئینی طبقات کو بیان کرتے ہوئے امت مسلمہ کے علاوہ ریاست کے دوسرے فریقوں کو نہ صرف ایک باوقار دستوری مرتبہ دیا گیا بلکہ اس سے بڑھ کر ایک سیاسی وحدت تسلیم کئے جانے کے ساتھ ساتھ مکمل مذہبی آزادی کی ضمانت بھی دی گئی۔ آرٹیکل نمبر ۳۰ میں قرار دیا گیا۔

"اور بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک سیاسی وحدت کئے جاتے ہیں، یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

اسی طرح آرٹیکل نمبر ۳۱ سے آرٹیکل نمبر ۴۰ تک یہ بیان کیا گیا کہ:

میثاق مدینہ میں شامل تمام یہودیوں بشمول بنی نجار، بنی حارث، بنی ساعدہ، بن جشم، بنی اوس، بنی ثعلبہ، جفنہ، بنی شطیبہ اور ان کی موالی یہودیوں کو بھی وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کو حاصل ہوں گے، تاہم اقلیتوں کو اتنی زیادہ واضح مذہبی آزادی فراہم کئے جانے پر ایک بنیادی شرط کا پابند بھی کیا گیا اور وہ شرط تھی دستور کی پابندی۔

ٹروڈ اہلرٹ Trude Ehlert

A more significant factor in the termination of these early arrangements in Madina may have been the formal agreement established between Muhammad and all of the significant tribes and families. Fortunately, Ibn Ishak preserved a version of this very valuable document, called the Constitution of Madina ..... It reveals his (Holy Prophet's) great diplomatic skills, for it allows the ideal that he cherished of an Ummah (community) bassed clearly on a religious outlook to sink temporarily into the

background and is shaped essentially by practical considerations. It true that the highest authority with God and Muhammad before whom all matters of importance were to be laid but the Ummah as portrayed in the Constitution of Madina included also Jews and polytheists.... (The Encyclopedia of Islam)

مدینہ میں آپ ﷺ کے کئے جانے والے ابتدائی اقدامات میں ایک بڑا نمایاں اقدام آپ ﷺ کا مدینہ کے دوسرے تمام نمایاں قبائل اور خاندانوں سے ہونے والا معاہدہ تھا۔خوش قسمتی سے ابن اسحٰق نے اس قابل قدر دستاویز کو جسے ''دستور ریاست مدینہ'' کا نام دیا جاتا ہے، محفوظ رکھا۔اس دستور سے آپ ﷺ کی عظیم سیاسی حکمت عملی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں ہی اس مثالی امت کی تشکیل کی راہ ہموار ہوئی، جس کے لئے آپ نے جدوجہد کی تھی۔یہ ریاست (الوہی قانون کے) پس منظر سے متعلق تھی اور عملی غور وخوض سے تشکیل پذیر ہوئی تھی۔یہ سچ ہے کہ اعلیٰ ترین اختیار اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی تھا۔جن کے سامنے تمام اہمیت کے معاملات پیش ہوتے تھے۔لیکن اس دستور میں امت کی تعریف کے مطابق یہود اور غیر مسلموں کو بھی امت میں شامل کیا گیا۔(۹۰)

اسوۂ حسنہ کی روشنی میں انسانی دوستی، مذہبی اتحاد و یگانگت اور غیر مسلموں سے سلوک ورویہ

اسلام سارے طبقات انسانی کے لئے رحمت بن کر آیا تھا، اس نے غیر مسلم رعایا کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا، اور ان کو اتنے حقوق دیئے جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قریب قریب پورا جزیرۃ العرب زیر نگیں ہو چکا تھا، غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے سب سے پہلا معاملہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا، ان کو آپ نے جو حقوق دیئے وہ اب تک تاریخوں میں محفوظ ہیں، جن کو ہم بعینہ نقل کرتے ہیں:

''نجران اور ان کے اطراف کے باشندوں کی جانیں ان کا مذہب ان کی زمینیں ان کا مال ان کے حاضر وغائب، ان کے وفد، ان کے قاصد، ان کی مورتیں، اللہ کی امان اور اس کے رسول کی

ضمانت میں ہیں، ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا، اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی، اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے، نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا، ان کا زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا، نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہوگا، ان سے جو شخص سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے بری ہے۔"(۹۱)

اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے اس کے ایفا کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کی امان اور محمد النبی ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ یہاں تک کہ اس بارہ میں خدا کا کوئی دوسرا حکم نازل نہ ہو، جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے، ان کے ساتھ جو شرائط کیے گئے ہیں ان کی پابندی کریں گے، ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

اس معاہدہ سے حسب ذیل حقوق متعین ہوتے ہیں:

- ان کی جان محفوظ رہے گی۔
- ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضہ میں رہے گا۔
- ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہ کی جائے گی، مذہبی عہدے دار اپنے اپنے عہدہ پر برقرار رہیں گے۔
- صلیبوں اور مورتوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔
- ان کی کسی چیز پر قبضہ نہ کیا جائے گا۔
- ان سے فوجی خدمت نہ لی جائے گی۔
- اور نہ پیداوار کا عشر لیا جائے گا۔
- ان کے ملک میں فوج نہ بھیجی جائے گی۔
- ان کے معاملات و مقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا۔
- ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے پائے گا۔

- سودخوری کی اجازت نہ ہوگی۔
- کوئی نا کردہ گناہ کسی مجرم کے بدلہ میں نہ پکڑا جائے گا۔
- اور نہ کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔

اس زمانہ کی مہذب حکومتیں اس سے زیادہ حقوق اور کیا دے سکتی ہیں، ان میں وہ ساری چیزیں آ گئی ہیں جو ایک محکوم کے حقوق کے تحفظ اور اس کی باعزت زندگی کے لئے ضروری ہیں، اس سے زیادہ حقوق خود اپنی حکومت بھی نہ دے سکتی، اس نام نہاد جمہوریت اور آزادی و مساوات کے دور میں غیر مذہب اور غیر قوم کے محکوموں کو جو حقوق حاصل ہیں ان پر یورپ کی محکوم قوموں کی تاریخ خود شاہد ہے۔(۹۲)

نصاریٰ کے ساتھ نبی ﷺ کا تاریخی حسن سلوک

اسی زمانہ کے لگ بھگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ سنائی کے قریب واقع راہب خانہ سینٹ کتھرین کے راہبوں کو، بلکہ سارے عیسائیوں کو ایک سند نامہ حقوق (Charter) عطا فرمایا، جس کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا ہے کہ دنیا کی تاریخ روشن خیالی اور رواداری کی جو اشرف ترین یادگاریں پیش کرسکتی ہے یہ ان میں سے ایک ہے۔ یہ دستاویز، جسے مورخین اسلام نے حرف بحرف قلم بند کیا ہے، وسعت نظری، رواداری اور آزاد خیالی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ اس دستاویز کی رو سے عیسائیوں کو چند ایسی استثنائی مراعات حاصل ہوئیں جو انہیں اپنے ہم مذہب حکمرانوں کے تحت بھی نصیب نہ ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کردیا کہ اس دستاویز میں جو احکام مندرج ہیں، اگر کوئی مسلمان ان کی خلاف ورزی کرے گا یا ان سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا تو اسے معاہدہ الٰہی سے روگردانی کرنے والا، اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والا اور اس کے دین کی تذلیل کرنے والا تصور کیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے عیسائیوں کی حفاظت، ان کے گرجاؤں اور ان کے پادریوں کے مکانوں کی پاسبانی اور انہیں ہر طرح کے گزند سے بچانے کی ذمہ داری اپنی ذات پر بھی اور اپنے متبعین پر بھی عائد کی ہے۔

- ان پر کوئی ناجائز ٹیکس نہ لگائے جائیں گے۔

- ان کا کوئی پادری اپنے علاقے سے نہ نکالا جائے گا۔
- کسی عیسائی کو اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔
- کسی راہب کو اس کے راہب خانے سے خارج نہ کیا جائے گا۔

اور کسی زائر کو سفر زیارت سے نہ روکا جائے گا۔

- ان کو اس کی بھی ضمانت دی گئی کہ مسجد یں یا مسلمانوں کے رہنے کے مکان بنانے کے لئے کوئی گرجا مسمار نہ کیا جائے گا۔
- جن عیسائی عورتوں نے مسلمانوں سے شادی کر رکھی تھی ان کو یقین دلایا گیا کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مجاز ہوں گی اور اس بارہ میں ان پر کوئی جبر واکراہ نہ کیا جائے گا۔
- اگر عیسائیوں کو اپنے گرجاؤں یا خانقاہوں کی مرمت کے لئے یا اپنے مذہب کے کسی اور امر کے بارے میں امداد کی ضرورت ہوگی تو مسلمان انہیں امداد دیں گے۔
- اس امداد کو ان کے مذہب میں شریک ہونے سے تعبیر نہ کیا جائے گا۔ بلکہ اسے حاجت مندوں کی حاجت براری اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احکامات کی اطاعت سمجھا جائے گا جو عیسائیوں کے حق میں صادر کئے گئے تھے۔
- اگر مسلمان کسی بیرونی عیسائی طاقت سے برسر جنگ ہوں گے تو مسلمانوں کے حدود کے اندر رہنے والے کسی عیسائی سے اس کے مذہب کی بناء پر حقارت کا برتاؤ نہ کیا جائے گا۔ اگر کوئی مسلمان کسی عیسائی سے ایسا برتاؤ کرے گا تو وہ رسول ﷺ کی نافرمانی کا مرتکب تصور ہوگا۔

جو شخص بدی کا بدلہ بدی سے دینے کی طاقت رکھتا ہو، لیکن اس کے باوجود عفو کے خدائی اصول کی نہ صرف تلقین کرے بلکہ اس پر عمل بھی کرے، اس کی سیرت سے متعلق انسانوں کے دل میں ہمیشہ عظمت و بزرگی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رئیس مملکت اور رعایا کی جان و آزادی کے محافظ کی حیثیت سے عدل کرتے تھے تو آپ ﷺ ہر مجرم کو اس کے جرم کی پوری پوری سزا دیتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور معلم اسلام کی حیثیت سے اپنے

بدترین دشمنوں سے بھی نرمی اور رحم کا سلوک کرتے تھے۔آپ ﷺ کی ذات میں وہ افضل ترین صفات جن کا تصور انسان کرسکتا ہے،یعنی عدل اور رحم، مجتمع تھیں۔(۹۳)

اسی تاریخی اور ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے یورپ کا مشہور مورخ ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) لکھتا ہے:

''عیسائی رعایا کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تامل ان کے جان و مال کا تحفظ، پیشہ کی آزادی اور مذہبی رواداری کی ضمانت دی۔(۹۴)

حسن سلوک کے مقابلے میں نصاریٰ کا دشمنی پر مبنی رویّہ

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مذاہب بالخصوص عیسائی دنیا کے ساتھ اس وسیع المشربی، انسان دوستی اور غایت درجہ مذہبی رواداری کے تاریخی اور ناقابل تردید حقائق کے باوجود عہد حاضر کی نام نہاد سیکولر، انسان دوست، اور مذہبی آزادی و رواداری کی علمبردار مغرب کی عیسائی دنیا کی اسلام اور پیغمبر اسلام سے عناد، تنگ نظری، مذہبی تعصب، اور عدم رواداری کی جھلک ان کے نامور دانشوروں کی تحریروں میں دیکھی جاسکتی ہے، جس سے ان کی مذہبی رواداری اور سیکولرازم کے مبنی پر فریب نعروں کی حقیقت طشت از بام ہو جاتی اور ان کا اصلی روپ جاننے میں مدد ملتی ہے:

پیغمبر اسلام ﷺ سے متعلق مغرب کی عیسائی دنیا کے موقف کی تشکیل ایک ایسے دینی دائرہ کے اندر ہوئی ہے جس میں قومی و مذہبی تعصب، ذہنی وفکری تشنج، بغض و کینہ، اور نفرت و کدورت کی کارفرمائی ہوتی ہے، اور ان کی ارادی و غیر ارادی دونوں طرح کی جہالت اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔(۹۵)

ہادیٔ برحق ﷺ کے خلاف مغربی دنیا کا رویّہ

غرض پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق مغرب کی عیسائی دنیا (مستشرقین) کی بحث و تحقیق اور ان کی تحریروں کا نچوڑ سب و شتم کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس میں کلیسا کی دینی اور مذہبی

شخصیات کے ساتھ غیر دینی اور لامذہبی افراد بھی برابر حصہ لیتے رہے ہیں اور یہ سیلاب بلاخیز آج تک رواں ہے۔

چنانچہ اس تاریخی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے **"A History of Medieval Islam"** کا مفہوم مغربی دانشور جے جے سانڈرس **J.J. Sauders** لکھتا ہے:

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پیغمبر عربی ﷺ کو عیسائیوں نے کبھی بھی ہمدردی اور توجہ کی نظر سے نہیں دیکھا جن کے لئے حضرت عیسیٰؑ کی شفیق ہستی ہی آئیڈیل رہی ہے۔ صلیبی جنگوں، سے آج تک محمد ﷺ کو متنازعہ لٹریچر میں بطور...... پیش کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق بے ہودہ کہانیاں پھیلائی گئیں اور طویل عرصہ تک ان پر یقین کیا جاتا رہا ہے۔" (۹۶)

نصاریٰ کی پرنٹ میڈیا کے ذریعے شرانگیزی

اس قسم کی تصویر کشی میں عیسائی دنیا کے جن لوگوں نے حصہ لیا ان میں سے زیادہ قابل ذکر جان آف دمشقی (۷۰۰-۷۵۴ء) ہے، جان کو بازنطینی روایات کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نفرت، دشمنی اور سب وشتم کا سلسلہ سب سے پہلے اسی نے شروع کیا، یہی وہ پہلا عیسائی مشنری تھا، جس نے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر جنسی وشہوانی الزامات کی بھرمار کر کے جنسی اتہامات کا طوفان کھڑا کیا۔ اس کا تیار کردہ لٹریچر ازمنۂ وسطیٰ سے عہد حاضر تک مغرب کی عیسائی دنیا (مستشرقین) کے لئے بنیادی ماخذ کا کام دیتا رہا۔ (۹۷)

قرونِ وسطیٰ کے نصاریٰ مصنفین کا کردار

جان کے بعد آنے والے قرون وسطیٰ کے تمام مصنفین نے بھی جان کی پیروی کرتے ہوئے تصویر رسول کو خوب بگاڑا، گھسے پٹے الزامات واتہامات عائد کئے اور چبائے ہوئے نوالوں کو پھر سے چبایا، اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ ان کے مآخذ کم وبیش یکساں تھے۔ اس لئے جب بھی انہوں نے سیرت پر قلم اٹھایا تو نظم ہو یا نثر، دونوں میں سیرت ختم الرسل ﷺ افراط وتفریط کے سانچوں میں ڈھال کر محض خیال وقیاس کے سہارے پیش کیا، اس تفصیل کا مدعا یہ ہے کہ ظہور اسلام کے بعد کئی

صدیوں تک بھی مسیحی نفرت وعداوت کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی، اور اہل مغرب پیغمبر اسلام کو بدستور (نعوذ باللہ نقل کفر، کفر نہ باشد) جھوٹا، بہروپیا...... قرار دیتے رہے کہ اتنے میں صلیبی جنگوں کے طویل سلسلہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا، صلیبی جنگوں میں صلیب سرنگوں ہوگئی اور تمام تیاریوں کے باوجود دنیائے اسلام کوزک پہنچانے کا منصوبہ ناکام ہوا اور انہوں نے دیکھ لیا کہ میدان جنگ میں رسد، کمک اور سامان جنگ کی فراوانی کے باوجود وہ مسلمانوں کا زیادہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو پھر انہوں نے کمال عیاری سے اسباب وسائل اور حکمت عملی کو یکسر بدل ڈالا اور گویا فیصلہ کرلیا کہ جنگ جیتنے کے لئے نیا ترکش نئے تیر استعمال کئے جائیں اور گرم جنگ نہ سہی سرد جنگ میں مسلمانوں کو زیر کیا جائے۔ اس طرح علم وتحقیق کے بھیس میں معنوی اسلحہ سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں مہمل خیالات، بے سروپا قصے کہانیاں، بے ہودہ الزامات واتہامات، اور تشکیک و تذبذب کے بیج بوکر خرافات کا ایسا جنگل اگادیا جسے کاٹنا آسان نہ تھا۔(۹۸)

مغرب کے نامور مستشرق منٹگمری واٹ کا اعتراف

اس تاریخی اور ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف مغربی دنیا کے نامور اور دریدہ دہن مستشرق ڈبلیو منٹگمری واٹ Watt. W. Montgomery کو بھی ہے موصوف اپنی کتاب ''اسلام کیا ہے؟'' (ص ا، ص ۲، لندن ۱۹۶۸ء) میں رقم طراز ہے:

مشکل یہ ہے کہ ہم اس گہرے تعصب کے وارث ہیں جس کی جڑیں قرون وسطیٰ کے جنگی پروپیگنڈے میں پیوست ہیں۔ اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا جانا چاہئے۔ تقریباً آٹھویں صدی عیسوی سے عیسائی یورپ نے اسلام کو اپنا عظیم دشمن سمجھنا شروع کیا جو عسکری اور روحانی دونوں حلقہ اثر میں اس کے لئے خطرہ تھا۔ اسی مہلک خوف کے زیر اثر عیسائی دنیا نے اپنے اعتقاد کو سہارا دینے کے لئے اپنے دشمن کو ممکنہ حد تک انتہائی ناپسندیدہ نظروں سے پیش کیا......، بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں تراشا گیا اسلام کا تصور اہل یورپ کی فکر اور سوچ پر غالب رہ ہے۔(۹۹)

ڈاکٹر واٹ (Watt) "Muhammad At Mecca" میں لکھا ہے:

تاریخ کی عظیم ترین شخصیات میں سے مغرب میں محمد ﷺ کی سب سے کم پزیرائی ہوئی ہے۔ مغربی مصنفین محمد ﷺ کے بارے میں بدترین چیز پر بھی یقین کرنے کو تیار رہتے ہیں، اور جہاں کہیں اپنے کسی فعل کی قابل اعتراض توضیح ممکن دکھائی دی فوراً اسے اسے ایک حقیقت تسلیم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔(۱۰۰)

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا اعتراف

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ۱۹۸۴ء میں پیغمبر اسلام ﷺ پر جو مقالہ ہے اس کے آخر میں مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ بہت کم بڑے لوگ اتنا زیادہ بدنام کئے گئے ہیں، جتنا کہ محمد کو بدنام کیا گیا۔ قرون وسطیٰ کے یورپ کے مسیحی علماء نے ان کو فریبی اور عیاش اور خونی انسان کے روپ میں پیش کیا۔ حتیٰ کہ آپ کے نام کا ایک بگڑا ہوا تلفظ مہاونڈ (نعوذ باللہ) شیطان کے ہم معنی بن گیا۔ محمد اور ان کے مذہب کی یہ تصویر اب بھی کسی قدر اپنا اثر رکھتی ہے۔ انگریز مصنف ٹامس کارلائل پہلا قابل ذکر مغربی شخص تھا، جس نے ۱۸۴۰ء میں بتاکید عوامی طور پر کہا کہ محمد یقیناً سنجیدہ تھے کیونکہ یہ فرض کرنا بالکل مضحکہ خیز ہے کہ ایک فریبی آدمی ایک عظیم مذہب کا بانی ہو سکتا ہے:

Few great men have been so maligned as Muhammad. Christian scholars of medieval Europe painted him as an impostor, a lecher, and a man of blood. A corruption of his name, Mahound, even came to signify the devil. This picture of Muhammad and his religion still retains some influence. The English author Thomas Carlyle in 1840 was the first notable European to insist publicly that Muhammad must have been sincer, because it, was ridiculous to suppose an impostor would have been the founder of a great religion(12/609)

مغربی مورخ ایس پی اسکاٹ کا اعتراف

معروف امریکی مورخ ایس پی اسکاٹ S.P Scott اس تاریخی حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:

موروثی تعصبات کی بناء پر...... تمام الٰہیاتی عقیدوں میں سے کسی کو بھی اس قدر جہالت اور ناانصافی کا نشانہ نہیں بننا پڑا جتنا کہ اسلام کے اصولوں کو، تیرہ صدیوں تک اس مذہب کے بانی کو بہروپیا کہا جاتا رہا، ان کے مقاصد پر اعتراضات کئے گئے۔ ان کے کردار سے ہر وہ برائی منسوب کردی گئی، جو انسانیت کے لئے باعث تذلیل اور بلاخیز ہو، بے اندازہ لغویات اور بدترین بہیمیت کو ان کی تعلیمات سے منسوب کر دیا گیا۔ کلیسائی معاندت اور بدباطنی نے اپنے حریف کے کردار کو داغ دار کرنے میں اپنے تمام وسائل صرف کر دیئے۔ (۱۰۱)

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی

فتح مکہ، پیغمبر اسلام ﷺ کی انسان دوستی کا تاریخی کردار

عہد رسالت میں اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا حریف اور دشمن گروہ غیر مسلم مشرکین مکہ کا تھا۔ نبی رحمت ﷺ محسن انسانیت کے رحم و کرم عفو و درگزر اور مذہبی رواداری کے حوالہ سے فتح مکہ ۱۰ ار رمضان ۸ھ/ جنوری ۶۳۰ء ایسا تاریخ ساز واقعہ ہے، کہ جس کی نظیر مذاہب عالم کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

''خطبہ فتح مکہ'' رواداری اور عام معافی کا تاریخی فرمان

اس موقعہ پر آپ ﷺ نے مشرکین مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا! ''تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو''

صرف یہی نہیں محسن انسانیت ﷺ نے رواداری اور عام معافی کے اس مثالی اعلان کے ساتھ امن کے قیام اور استحکام کے لئے مندرجہ ذیل ہدایات جاری فرمائی تھیں!

- جو کوئی ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- جو کوئی خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- جو کوئی اپنے گھر میں بیٹھ رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- جو کوئی ابوسفیان کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- جو کوئی حکیم بن حزام کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔
- زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔(۱۰۲)

مشہور ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد! ''فتح مکہ'' کے موقعہ پر حسن انسانیت کے مثالی عفو ودرگزر اور رواداری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

جانی دشمنوں کے بارے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انتہائی کریم النفسی اور رواداری کا عہد جدید کی دعویدار تہذیب وتمدن کی حکومتوں کی ان شرمناک عیارانہ چالوں سے مقابلہ کیا جائے جو انہوں نے ۱۹۹۴ء کی عالم سوز جنگ میں ایک دوسرے کو سامان خورد ونوش سے محروم کرنے کے لئے استعمال کیں تو اس کی قدر وقعت بدرجہا بڑھ جاتی ہے۔(۱۰۳)

بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی-اسوۂ نبوی ﷺ کی روشنی میں

رحمت کی گھٹائیں پھیل گئیں افلاک کے گنبد پر
حدت کی تجلی کوند گئی آفاق کے سینا زاروں میں
گر ارض وسما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ سیاروں میں

آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہمیں دنیا میں ہر ایک کے ساتھ اتحاد ویگانگت کا مظاہرہ کرنا ہے اور دین کی دعوت ان تک پہنچانی ہے اور اپنے مزاج میں ایک اعتدال رکھنا ہے۔ بقول ڈاکٹر خالد علوی: ''عام رہنماؤں کی زندگی میں ایک عدم توازن آجاتا ہے جس سے بچنا ان کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ اس اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منفرد نظر آتے ہیں کہ ان کی پوری

زندگی اعتدال وتوازن کا بے نظیر نمونہ ہے۔ایک طرف آپ ﷺ اتنے بڑے فکری و معاشرتی انقلاب کے داعی و تاریخ کا رخ بدلنے والے تھے، دوسری جانب گھریلو زندگی کو خوشگوار رکھنے والے، اس سے لطف اندوز ہونے والے اور شب بیداری کرنے والے تھے۔" (۱۰۴)

"آپ ﷺ عوامی حلقوں سے پوری طرح مربوط تھے، جماعت اور معاشرے سے شخصی اور نجی تعلق رکھتے تھے۔ علیحدگی پسندی، کبریا یبوست کا شائبہ تک نہ تھا۔ درحقیقت آپ ﷺ نے جس نظام اُخوت کی تاسیس فرمائی تھی یہ اس کا اہم تقاضہ تھا کہ لوگ باہم دگر مربوط رہیں۔ایک دوسرے کے کام آئیں اور ایک دوسرے کے حقوق پہنچائیں۔(۱۰۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل زندگی کا ایک حصہ آپ ﷺ کا سماجی ربط ہے۔کہ آپ ﷺ ہر ایک کے ساتھ کس انداز سے پیش آتے اپنے، بیگانے، ہر ایک کا دود آپ ﷺ کے دل میں ہوتا، ہر ایک کے لئے خیر کی تمنا لئے ہوتے، گھر سے نکلتے تو سلام میں ہمیشہ پہلے کرتے اور فرماتے کہ سلام میں پہل کرنے والا کبر سے محفوظ ہوتا ہے۔(۱۰۶) بچوں کے ساتھ گفتگو فرماتے اور انہیں سلام کہتے۔(۱۰۷) بچوں سے پیار بھی کرتے۔(۱۰۸) بازار کو ناپسندیدہ جگہ سمجھتے۔(۱۰۹) لیکن وہاں جاتے تو ہر ایک کو سلام کرتے۔(۱۱۰) انتہائی خوش مزاج تھے اور متبسم رہتے۔(۱۱۱) مسکراتے چہرے سے ملتے اور اسے نیکی اور شائستگی قرار دیا۔(۱۱۲) صحابہؓ کی محفل میں بیٹھتے تو عام ادمی کوئی فرق محسوس نہیں کرتا تھا(۱۱۳) نماز صبح کے بعد خصوصی مجلس ہوتی تھی۔(۱۱۴) اس میں قصے بھی ہوتے اور ہنسی بھی۔(۱۱۵) بیماروں کی عیادت کا اہتمام کرتے۔(۱۱۶) حدیث کی کتابوں میں آپ ﷺ کا وہ مشہور جملہ موجود ہے جو آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے، وہ جملہ یہ ہے: "لا باس طھور ان شاء اللّٰہ" (۱۱۷) مزاج بھی فرماتے۔حضرت انسؓ کو "یاذو الاذنین" کہہ کر پکارتے۔(۱۱۸) اشعار بھی سنے، انہیں پسند بھی فرمایا، لبید کے درج ذیل ایک مصرع کو اصدق الکلمۃ کہا۔(۱۱۹)

وَ کُل نعیمٍ لا محالۃَ زائلُ
اَلا کُل شئی مَا خلا اللّٰہ باطلُ

رشتہ داروں سے حسن سلوک اور ہمسایوں کا خیال آپ ﷺ کی تعلیمات کا اہم حصہ ہیں۔
آپ ﷺ نے فرمایا:
''جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔'' (۱۲۰)

''انسؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے'' (۱۲۱) ''ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا وہ شخص مومن نہیں، سوال کرنے پر آپ ﷺ نے جواب دیا وہ جس کی شرارتوں سے اس کا ہمسایہ محفوف نہیں'' (۱۲۲)

''جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والد نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ نہیں دیا۔'' (۱۲۳)

اسی طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو غیبت، فحش گوئی، عیب چینی، حسد، بغض اور لوگوں کے درمیان عداوت پیدا کرنے سے شدید نفرت تھی۔ (۱۲۴) عبداللہ بن ابی۔ (۱۲۵) کے سلسلہ میں مروت کا جو طریقہ آپ ﷺ نے اختیار فرمایا تھا وہ ایک مستقل نمونہ ہے۔ سماجی زندگی میں دو چیزیں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک ایفائے عہد حسن سلوک دوسرے عفو و درگزر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ دونوں خصوصیات بہت ابھری ہوئی ہیں۔ حمزہؓ۔ (۱۲۶) کے قاتل وحشی اور ابوسفیان کی بیوی۔ (۱۲۷) والوں کو ''لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ'' فرمانا معاشرتی اور سیاسی زندگی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح کے بے شمار واقعات ہیں جو آنجناب ﷺ کی زندگی کے اس پہلو کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ ہمارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں فکر و عمل کے بے مثال نمونے ہیں۔ بالخصوص بین المذاہب، عالمی اتحاد ویگانگت و ہم آہنگی کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر سے تمام اخلاق کی بنیاد رضائے الٰہی کا حصول ہے اس لئے خلق خدا کے لئے ہمدردی و خیر خواہی تمام اعمال کی محرک ہے۔

تمام عالم ایک کنبہ کی مانند ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔" (۱۲۸)

خلق خدا کے لئے محبت و شفقت ہر مومن سے مطلوب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث میں لوگوں کے ساتھ نرم روی کو خصوصی اہمیت دی گئی۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔" (۱۲۹)
نفع بخشی و فیض رسانی اوّلین خلق ہے جس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ دلائی، آپ نے فرمایا: "لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے۔" (۱۳۰)

یہ نفع بخشی بغیر کسی ذاتی غرض و مصلحت کے ہے۔ رشتہ داروں، عام ضرورت مندوں، عام انسانوں حتیٰ کہ جانوروں سے حسن سلوک پسندیدہ رویہ ہے۔ بدسلوکی اور ضرر رسانی ناپسندیدہ رویہ ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن رتبے کے لحاظ سے بدترین انسان وہ ہوگا جس کے شر کے ڈر سے لوگوں اسے چھوڑ دیں۔" (۱۳۱)

اسی طرح آنحضور ﷺ سے مروی بعض احادیث میں اچھی بات اور اچھا عمل پسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور اگر انسان کو اس پر قدرت نہ ہو تو برائی کرنے اور ضرر پہنچانے سے گریز کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث میں حکمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ابلاغ ملاحظہ فرمائیں۔

"جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اچھی بات کہنی چاہئے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔" (۱۳۲) "ہر اچھی بات صدقہ ہے۔" (۱۳۳)

ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اگر وہ نہیں کر سکتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے ہاتھوں کی محنت کرنی چاہئے۔ اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ نہ کر سکے یا نہ

کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ صاحب حاجت کی اعانت کرے۔ کہا گیا اگر وہ نہ کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ بھلائی یا معروف کا حکم دے۔ حاضرین نے کہا کہ اگر وہ نہ کرے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ برائی کرنے سے رک جائے یہی اس کا صدقہ ہے۔(۱۳۴)

ہمدردی و خیر خواہی کا یہ بنیادی اخلاقی اصول صرف انسانوں تک محدود نہیں یہ جانوروں اور ماحول تک کو محیط ہے۔ ایک مومن جانوروں کے ساتھ بھی نرم رویہ اختیار کرتا ہے اور درختوں اور سبزہ زمین اور فضا کو بھی محفوظ کرتا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان "رحمة الناس بالبهائم" یعنی انسانوں اور جانوروں کے ساتھ مہربانی کا سلوک، اس باب میں انہوں نے مختلف احادیث درج کی ہیں۔ ہم صرف دو نقل کر رہے ہیں جن سے واضح ہوگا کہ آپ ﷺ کے نزدیک تمام مخلوق سے حسن تعلق کتنا اہم ہے ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"ایک شخص راستے میں جا رہا تھا کہ اس پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اسے کنواں معلوم ہوا تو وہ اس میں اترا اور پانی پیا، پھر وہ نکلا تو اسے ایک کتا نظر آیا جو پیاس سے ہانپ رہا اور مٹی کھا رہا تھا۔ اس شخص نے کہا اسے بھی پیاس لگی ہے جس طرح مجھے لگی تھی۔ پھر وہ کنوئیں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا اور منہ میں اٹھایا اور کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا عمل قبول کیا اور اسے بخش دیا۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیوانوں کی خدمت میں بھی اجر ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر زندگی والے کی خدمت میں اجر ہے۔"(۱۳۵)

"کوئی مسلمان جب کوئی درخت یا پودا لگاتا ہے اور اس سے کوئی انسان یا چوپایہ کھاتا ہے تو یہ اس کی جانب سے صدقہ ہوگا۔"(۱۳۶)

ایک مومن اپنے ماحول کے لئے رحمت۔ وہ انسانوں اور حیوانوں کے لئے نفع بخش ہے۔ اس سے ماحول کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور یہ سب کچھ محض اللہ کے لئے بغیر کسی ذاتی غرض کے ہوتا ہے۔ مومن اپنے حسن خلق اور ہمدردانہ رویہ کی وجہ سے معاشرت اور ماحول کے لئے سرتاپا رحمت ہوتا ہے۔ اس کی بات، اس کا عمل اور اس کا رویہ رحمت، محبت اور خیر خواہی کا ہوتا ہے۔(۱۳۷)

اب ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم محبت رحمت اور خیر خواہی کا جذبہ عالمی سطح تک پھیلائیں

اور بین الاقوام و بین المذاہب، عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کے لئے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں عملی کردار ادا کریں۔

محبت کے یوں جس نے دریا بہائے — دل ان کا بھی چھینا جو سر لینے آئے
یہ بندہ نوازی کے جوہر دکھائے — کہ جو کھائے اور جواہر لٹائے
خوشی اپنے غیروں کے غم میں بھلادی — دیا درد جس نے اسے بھی دوا دی

عہد صدیقیؓ کی بین المذاہب اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی عفت، پارسائی، رحمدلی، راست بازی، دیانتداری، معاملہ فہمی، روشن خیالی، اعتدال پسندی، عجز، تواضع، زہد و تقویٰ کی بدولت بارگاہِ رسول اور محرم اسرار نبوت بن گئے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی اپنے رسول کے اسوہ کے مطابق ہی گزاری۔ (۱۳۸) آپ ﷺ کے عہد خلافت میں مجرموں کے ساتھ بڑی نرمی اور رحمدلی سے پیش آتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کے بعد اشعث بن قیس نے بھی اور جھوٹے مدعیان نبوت کی طرح نبی ہونے کا دعویٰ کیا، وہ جب گرفتار ہو کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے سامنے پیش کئے گئے تو انہوں ل سے توبہ کی، آپ ﷺ نے انہیں معاف کر دیا۔ (۱۳۹) اسی طرح طلیحہ نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ لیکن جب حضرت ابوبکرؓ کے پاس معذرت لکھ بھیجی تو ان کا دل آئینہ کی طرف صاف ہو گیا اور ان کو مدینہ واپس آنے کی اجازت دے دی۔ (۱۴۰) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب شام کی مہم پر لشکر روانہ کیا تو امیر لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تم ایک ایسی قوم کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے وقف کر دیا، ان کو چھوڑ دینا، میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں، کسی عورت بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت کو نہ کاٹنا، کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا، بکری اور اونٹ کھانے کے سوا بیکار نہ ذبح کرنا، نخلستان نہ جلانا، مال غنیمت میں غبن نہ کرنا اور بزدل نہ ہو جانا۔ (۱۴۱)

عہد فاروقی میں بین المذاہب اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی

عہد فاروقی کا نظم ونسق اگرچہ بہت سخت تھا۔لیکن ممالک مفتوحہ کے غیر مسلم باشندوں کے لئے ان کا دل بہت نرم تھا ان سے ہر طرح کا فیاضانہ، شریفانہ اور روادارانہ برتاؤ کیا، ان کے زمانے میں حضرت ابوعبیدہؓ کی سپہ سالاری میں شام فتح ہوا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے وہاں کے لوگوں سے معاہدہ کیا کہ ان کے گرجے اور خانقاہیں محفوظ رہیں گی، ان کو اپنے تہوار میں جھنڈے کے بغیر صلیب نکالنے کی اجازت ہوگی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اس معاہدے کے بعد لکھ بھیجا کہ مسلمان ذمیوں پر ظلم نہ کرنے پائیں، نہ ان کو نقصان پہنچائیں نہ ان کا مال بے وجہ غصب کریں اور جتنی شرطیں ان کو پورا کیا جائے۔(۱۴۲)

عہد فاروقی میں مصر کی فتح کے موقع پر حضرت عمر عمرو بن العاصؓ نے لڑائیوں کی تلخیاں دل سے بھلا دیں، جب وہاں کے عیسائیوں نے ان کو اپنے ہاں مدعو کیا تو آپ ﷺ اپنے ہمرائیوں کے ساتھ دعوت میں شریک ہوئے اور پھر ان کو اپنے ہاں جوابی دعوت میں مدعو کیا۔(۱۴۳)

ایک موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں سے گزر رہے تھے ایک بوڑھے اندھے سائل کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس سے پوچھا تو کس مذہب کے پیرو ہو، اس نے جواب دیا، یہودی ہوں پھر پوچھا بھیک کیوں مانگتے ہو، وہ بولا بوڑھا ہو کر محتاج ہو گیا ہوں، جزیہ کی رقم بھی ادا کرنی پڑتی ہے۔ حضرت عمرؓ اس کو اپنے گھر لے گئے اور گھر سے لا کر کچھ دیا، پھر بیت المال کے خازن کو بلا کر حکم دیا کہ اس کا اور اس طرح کے اور مجبور لوگو کا خیال رکھو یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ ایسے لوگوں سے جوانی میں تو جزیہ وصول کر کے فائدہ اٹھایا جائے اور بوڑھے ہوں تو ان کو بے سہارا چھوڑ دیا جائے۔ اس کے بعد اس یہودی اور اس طرح کے دوسرے لوگوں کا جزیہ معاف کر دیا۔(۱۴۴) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر صحابہ کرامؓ اسلاف کے کارنامے اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں، مگر بدقسمتی سے کہ جو مسلمان علم سے دور اپنے اسلاف کی میراث سے ناآشنا تنگ نظری کی طرف گامزن ہے جس سے خود بھی نقصان اٹھا رہا ہے اور غیر مسلموں کا داخلہ حلقہ اسلام میں بند

کرنے کا سبب بن رہا ہے۔

خلاصہ بحث

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحا، یگانگت و ہم آہنگی انتہائی ضروری ہے اور بڑی اہمیت کی حامل ہے اور یہ عین اسلامی تعلیمات اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہے ابھی حال ہی میں ہمارے ملک میں زلزلے کی جو قدرتی آفت آئی تو پوری عالمی برادری جس میں ہر مذہب کے ماننے والے لوگ تھے ہماری مدد کے لئے آمڈ آئے اور یہ سب صرف اسی لئے تھا کہ ہماری خارجہ پالیسی عالمی اتحاد و ہم آہنگی کے عین مطابق ہے۔

یہ تاریخی حقیقت بھی ہمارے سامنے ہے کہ اسلام امن و سلامتی کا داعی، اتحاد و یگانگت اور احترام انسانیت کا سب سے عظیم علمبردار ہے، اسلام نے دنیا کو امن و سلامتی، اتحاد و یگانگت اور احترام انسانیت کا درس دیا، اس نے پرامن بقائے باہمی کے لئے بلاتفریق مذہب وملت، لکم دینکم ولی دین (۱۴۵) کا نظریہ عطا کر کے غیر جانبداری، بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا فلسفہ عطا کیا، اس لئے ہمیں آج ہمیں دنیا کی ہر حکومت، ہر ملک اور ان کے باشندوں کے ساتھ احترام اور جذبہ ترحم کے ساتھ ملنا ہے، علامہ شبلی نعمانی کیا خوب لکھتے ہیں:

''انسان کے ذخیرہ اخلاق میں سب سے زیادہ کم یاب، نادرالوجود شئے دشمنوں پر رحم اور ان سے عفو و درگزر ہے، لیکن حامل وحی نبوت، کی ذات اقدس میں یہ جس فراواں آپ ﷺ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔(۱۴۶) آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ اور میثاق مدینہ کے ذریعے اپنے غیر مذہبوں کے ساتھ، اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کر کے عملی طور پر دکھایا اور قرآن مجید کی رہنمائی کے ذریعے آپ کو ہر قسم کے مذہبی تعصب سے منہ موڑنے کی ہدایات عظمیٰ بھی اس موقف کی ٹھوس دلیلیں ہیں۔ (۱۴۷) اسی طرح سورۂ آل عمران میں بھی ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔(۱۴۸) یہی سبق ہمیں سورۃ النساء میں بھی دیا گیا۔(۱۴۹)

دنیا کے تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، ان کا خالق بھی ایک ہی ہے، اس کے نسلی یا ملکی اختلافات کی کوئی حیثیت نہیں، تمام انسان بحیثیت انسان برابر ہیں، ہمیں سب کے

ساتھ اتحاد، رواداری اور ہم آہنگی پیدا کرنی ہے، رنگ و نسل و زبان کا فرق باہمی تعارف کے لئے ہے، (۱۵۰) قرآن خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں اور اہل کتاب کو قریب آنے کی دعوت دیتا ہے۔ ان کے ساتھ اتحاد و ہم آہنگی قائم کرنے کا حکم دیتا ہے، اور تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، انہیں برحق بتاتا ہے اور تمام انبیاء اور کتب پر ایمان لانا تکمیل ایمان کے لئے ضروری قرار دیتا ہے۔ (۱۵۱) اگر کفار کی صلح کی طرف جھکیں تو قرآن کریم ہمیں ان سے صلح و اتحاد قائم کرنے کا حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ صلح رکھو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ (۱۵۲) مغرب کو یہ باور کرایا جائے کہ اگر مسلمان مذہبی ہوں گے تو اتحاد و ہم آہنگی برقرار رکھنے میں آسانی ہوگی، بقول علامہ قرضاوی:

''مغرب کے لئے بہتر یہی ہے کہ مسلمان مذہبی ہوں، اپنے مذہب سے مخلص ہوں اور اچھے اخلاق والے بننے کی کوشش کریں۔ (۱۵۳) وحدت انسانی کے تصور کو بین المذاہب اور عالمی سطح پر اجاگر کیا جائے اور اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات عام کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ'' (۱۵۴) تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ (۱۵۵) ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم بین الاقوامی تقاضوں اور ضرورتوں کو محسوس کریں، ہم کو اپنے رویئے سے دوسروں کو اپنے سے محبت کرنے والا بنانا ہے، اپنا اتحادی بنانا ہے، ہم آہنگی پیدا کرنی ہے، اپنے نوجوانوں کو اعلیٰ انسانی قدریں اور تکریم انسانیت سکھانی ہے، وَلَقَدْ کَرَّمنا بنی آدَمَ (۱۵۶) ''تحقیق ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی ہے۔'' دوسروں کے نقطہ نظر کو ہم نے سمجھنا ہے، اور یہ دیکھنا ہے کہ اقوام عالم ہمیں کس زاویئے سے دیکھتی ہے، اپنے معاشرے کے بارے میں اقوامِ عالم کی سوچ میں مثبت تبدیلی لاکر ان کو اپنا ہموا اور معاون بنانا ہے، بین الاقوامی سطح پر جو عدم اعتماد کی فضا ہے اسے ختم کرنا ہے اور عالمی سطح پر جو پروپیگنڈہ مہم ہے اور ایک بے یقینی اور عدم اعتماد کی فضا قائم ہے سیرۃ طیبہ کی روشنی میں اس کو ختم کرنا ہے، اسی میں ہماری فلاح و نجات مضمر ہے۔

مانا کہ اس زمین کو نہ گلزار کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جدھر سے ہم

تجاویز

اگر ہم ان تجاویز پر عمل کریں تو بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی نہ صرف پیدا کرنے میں کامیاب ہوں گے، بلکہ ہمارے ملک کا اور عالم اسلام کا وقار محفوظ و مستقبل ہوگا اور یہ اشاعت اسلام کا ذریعہ بنے گا۔

- سب سے پہلے ہم اپنی پس ماندگی، انتشار و اضطراب، باہمی عداوت و دشمنی، بے بسی و کسل مندی و بے پروائی و بربادی کی جس صورتحال سے دوچار ہیں ان پر قابو پائیں، کیونکہ یہ سنت الٰہی ہے، کہ منظم مملکت کے مقابلے میں پراگندہ حال لوگ بے حیثیت ہو جاتے ہیں۔
- انسانی حقوق کے لئے ایک واضح پالیسی مرتب کریں اور لوگوں کی تربیت کا ایسا جامع نظام مرتب کریں جس میں اصلاً باہمی نصیحت و خیر خواہی اور فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی روح کارفرما ہو۔
- اپنے سفارت کاروں کی ایسی تربیت کی جائے کہ بیرون ملک سفارت خانوں کا ہر فرد ایک خاص جذبے اور مشن سے مسلح ہو اور وہ اپنے ملک کی ایسی ترجمانی کرے جس سے باہمی اعتماد و اتحاد و یگانگت کی فضا قائم ہو، جس سے دوسرے ممالک کے لوگ نہ صرف مطمئن ہوں، بلکہ ہمارے ملک میں سرمایہ کاری بھی کریں۔
- حقیقی اسلامی تعلیمات کو غیر ملکی زبانوں میں عام کیا جائے، مسلم امہ کی بھلائی اور نفع رسانی کے جتنے بھی اقدامات ہیں ان پر ترجیحی بنیادوں پر عمل کیا جائے۔
- اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک نصاب میں ہم ایسے مضامین شامل کریں، جن سے طلبہ کی ذہن سازی ہو اور وہ اسلام کے تصور رواداری، تحمل و برداشت، بین الاقوامیت کے تصور، بین المذاہب ہم آہنگی، اہل کتاب کے ساتھ رویہ اور آپ ﷺ، خلفائے راشدین اور مسلم زعماء کے غیر مسلم حکومتوں سے معاہدات اور تعلقات کو جان سکیں۔

- آج عالمی سطح پر جو صورتحال پیدا ہو رہی ہے یا کی جا رہی ہے اس کو ہم سمجھنے کی کوشش کریں، ہم دنیا سے اب کٹ کر نہیں رہ سکتے، عالمی نقطہ نظر کو سمجھیں اور انتہائی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی پالیسیاں مرتب کریں، عالمی سطح پر دوستی کا ماحول پیدا کریں اور قرآن حکمت عملی اپنائیں کہ "اپنے رب کی طرف بلا حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ" (۱۵۷)
- فکر کے ساتھ اسلام کا احیاء کرنا ہے کہ مغرب اور عالمی برادری اسلام کو امن و سلامتی، اتحاد و یگانگت اور معتدل مذہب کے طور پر سمجھیں، نہ کہ اسلام ایک مذہب کے طور پر مغرب میں خوف پیدا کرے اور ان کو اسلام کے خلاف عالمی سطح پر پروپیگنڈہ کرنے کا موقع ملے۔
- آپ ﷺ نے اہل کتاب اور دوسرے مذاہب کے ساتھ جو رویہ اپنایا اور انسانیت کیلئے جو نظام تشکیل دیا وہ ہر دور کے انسانوں کیلئے کافی ہے، کیونکہ اس کا اصل موجد اور شارع یعنی پیش کرنے والا خدا اللہ تعالیٰ ہے، اس لئے ہر حال میں اسوۂ حسنہ کی پیروی کی جائے۔
- عالمی برادری میں منفی پروپیگنڈے اور غلط فہمی کی بنیاد پر جو اسلام کے بارے میں عمومی تاثر قائم ہو رہا ہے اسے ہمیں اپنے رویئے سے ختم کرنا ہے اور بین الاقوامی ضرورت و مانگ کے مطابق ایسے افراد تیار کریں، جو اقوام عالم کی ضرورت بن جائیں اور ان میں ہر فرد اتحاد و یگانگت کا داعی ہو اور اسوۂ حسنہ کا حامل ہو۔
- انتہائی تیز رفتاری سے بڑھتی ہوئی آبادی کو پرہجوم بنانے سے کنٹرول کیا جائے، تعلیم کو مزید فروغ دیا جائے، انسانیت کی خدمت کا جذبہ ہر سطح پر عام کیا جائے، اساتذہ، طلبہ، علماء اور ہر طبقے کے افراد کو اس میدان میں سرگرم عمل کیا جائے۔

اگر ہم اخلاص کے ساتھ ان باتوں پر عمل کریں تو نہ صرف یہ کہ ہم بین الاقوامی برادری میں اپنے آپ کو منوالیں گے بلکہ عالمی سطح پر بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو پروپیگنڈہ ہے اس کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور اسلام کی دعوت ہر ایک تک پہنچ سکے گی۔

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِ صْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَ مَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ (۱۵۸)

امن کے نغمے پھر اک بار سنائیں اختر
محفل دہر کو رشک گلستاں کر دیں

حواشی وحوالہ جات

۱۔ خالد علوی ڈاکٹر، انسان کامل، لاہور الفیصل پبلیشرز، ص ۵۰۷

۲۔ سید سلیمان ندوی، خطبات مدراس، لاہور، لاہور اکیڈمی، ص ۱۰۸

۳۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، دین رحمت، کراچی، مکتبہ عارفین، ص ۱۶

۴۔ ایضاً

۵۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا، ج ۱۹، ایڈیشن ۱۳، طبع ۱۹۲۹ء، ص ۱۰۳

۶۔ قاری سید حسین ڈاکٹر امام غزالی کا فلسفہ مذاہب واخلاق، ق: ۱۸۱

۷۔ God or man, London 1934

۸۔ مفردات بذیل دین وشریعت

۹۔ القرآن سورۃ آل عمران، آیت ۱۹

۱۰۔ القرآن سورۃ التوبہ، آیت ۳۳

۱۱۔ القرآن سورۃ النصر، آیت ۲

۱۲۔ القرآن سورۃ الروم، آیت ۳۰

۱۳۔ القرآن سورۃ المائدہ، آیت ۳

۱۴۔ الفقہ الاکبر مع شرح ملا علی قاری، ص: ۹۰

۱۵۔ الجرجانی الشریف علامہ کتاب التعریفات، ص: ۷۳

۱۶۔ بخاری، بحوالہ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، کراچی ادارہ المعارف، ص ۸۷، ج ۲،

۱۷۔ القرآن، سورۃ آل عمران، آیت ۶۴

۱۸۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، ج ۲، ص ۸۸

۱۹۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، دین رحمت، کراچی، مکتبہ عارفین، ص ۱۵

۲۰۔ سید اسعد گیلانی، رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب، لاہور، ادارۃ ترجمان القرآن، ص ۳۶۱

۲۱۔ مجیب اللہ ندوی، مولانا، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، لاہور ۱۹۹۰ء، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ص ۲۹

۲۲۔ القرآن، سورۃ الانبیا، آیت ۱۰۲ ۲۳۔ القرآن، سورۃ سبا، آیت ۲۸

۲۴۔ القرآن، سورۃ اعراف، آیت ۱۵۸ ۲۵۔ القرآن، سورۃ الفرقان، آیت ا

۲۶۔ القرآن، سورۃ حجرات، آیت ۱۳

۲۷۔ ابو دائود، سلیمان بن الشعث، السنن کراچی، المطابع، ۲/۴۳۳

۲۸۔ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، محولہ سابقہ، ص ۳۳

۲۹۔ ترمذی، الجامع، ج ۲، باب البر والصلۃ

۳۰۔ الحدیث بحوالہ اسلامی ثقافت، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

۳۱۔ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی تصورات، محولہ سابق، ص ۳۲

۳۲۔ القرآن، سورۃ انساء، آیت ا ۳۳۔ القرآن، سورۃ الروم، آیت ۲۲

۳۴۔ شیخ سعدی، بحوالہ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی تصورات، ص ۳۴

۳۵۔ القرآن، سورۃ آل عمران، آیت ۱۹۱

۳۶۔ القرآن، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۷۰

۳۷۔ طبرانی و بهیقی، خطیب التبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، دمشق، المکتب الاسلامی، ۱۹۶۱ء، ۲/۶۱۳

۳۸۔ ترمذی ممد بن عیسیٰ الجامع الصحیح، ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی الحسد ۴/۳۲۴

۳۹۔ ابوداؤد کتاب الادب باب الرحمۃ، ۵/۲۳۱، ترمذی، کتاب التبر، باب ماجاء، فی رحمۃ المسلمین، ۴/۳۲۴

۴۰۔ بخاری، کتاب التوحید، ۸/ ۱۶۵ ۴۱۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۳۷۲
۴۲۔ الحدیث ۴۳۔ ترمذی ابواب الزہد
۴۴۔ القرآن، سورۃ النحل، آیت ۹۰ ۴۵۔ القرآن، سورۃ قصص، آیت ۷۷
۴۶۔ ترمذی، باب ماجاء فی حسن الخلق
۴۷۔ مسلم کتاب البر والصلۃ والاداب فضل عیادۃ المریض
۴۸۔ القرآن، سورۃ بقرۃ، آیت ۱۱۳
۴۹۔ شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، الفیصل اردو بازار، لاہور ۱۹۹۱، ج ۴، ص ۳۱۱
۵۰۔ شاہ معین الدین ندوی، دین رحمت، کراچی، مکتبہ عارفین، ۱۹۶۷، ص ۱۸۲،
۵۱۔ القرآن، سورۃ روم، آیت ۴۷ ۵۲۔ القرآن سورۃ یونس، آیت ۴۷
۵۳۔ القرآن سورۃ رعد، آیت ۷ ۵۴۔ القرآن سورۃ بقرہ، آیت ۲۸۵
۵۵۔ القرآن سورۃ النساء، آیت ۱۳۶ ۵۶۔ القرآن سورۃ المومن، آیت ۷۸
۵۷۔ القرآن سورۃ نحل، آیت ۳۶ ۵۸۔ القرآن سورہ انبیاء، آیت ۲۵
۵۹۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، دین رحمت، کراچی، مکتبہ عارفین، ص ۱۸۴
۶۰۔ القرآن سورۃ بقرہ، آیت ۲۵۶ ۶۱۔ القرآن سورۃ کہف، آیت ۲۹
۶۲۔ القرآن سورۃ نحل، آیت ۱۲۵ ۶۳۔ القرآن سورۃ انعام، آیت ۱۰۸
۶۴۔ القرآن سورۃ مائدہ، آیت ۸۲ ۶۵۔ القرآن سورۃ المائدہ، آیت ۴۲
۶۶۔ القرآن سورۃ عنکبوت، آیت ۶ ۶۷۔ القرآن سورۃ مائدہ آیت ۵
۶۸۔ شرح شفا خفاجی ج ۲، ص ۱۰۰ ۶۹۔ زاد المعاد، ج ۱، ص ۳۵
۷۰۔ القرآن سورۃ مائدہ، آیت ۲ ۷۱۔ القرآن سورۃ مائدہ، آیت ۸
۷۲۔ القرآن سورۃ انفال، آیت ۶۲ ۷۳۔ القرآن سورۃ توبہ، آیت ۱۰
۷۴۔ القرآن سورۃ توبہ، آیت ۴ ۷۵۔ القرآن سورۃ توبہ، آیت ۷
۷۶۔ ابن ماجه، محمد بن يزيد القزويني، السنن، قاهره، ۱۹۵۳ء، مطبع

مصطفی ابن ابی الحلسنی، ۸۹۶/۲

۷۷۔ طبری ج ۴، ص ۲۲۳۱ ۷۸۔ موطا امام مالک، باب الوفا، بالامان

۷۹۔ طبری، ج ۴، ص ۲۲۳۱ ۸۰۔ ترمذی، ابوداؤد

۸۱۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، رسول اکرم ﷺ اور رواداری، کراچی، فضلی سنز، ۹۸، ص ۵۷

۸۲۔ ایضاً، مذہبی رواداری، ص ۵۸

۸۳۔ برکات احمد، رسول اکرم ﷺ اور یہود حجاز، (مترجم ڈاکٹر مشیر الحق ندوی) مکتبہ عالیہ لاہور، ۱۹۸۹، ص ۸۲

۸۴۔ حسین ہیکل، حیاۃ محمد ﷺ (عربی) مطبعة النهضة العصرية، القاهرة، ۱۹۴۷ء، ص ۲۲۷

۸۵۔ حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت، مکتبہ عالیہ لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۶۴

۸۶۔ ڈاکٹر طاہر القادری، میثاق مدینہ، دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور، لاہور، منہاج القرآن، ۱۹۹۸ء، ص ۴۳ ۸۷۔ ایضاً، میثاق مدینہ، ص ۸۴

۸۸۔ ایضاً، میثاق مدینہ، ص ۵۰

۸۹۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری، دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور، لاہور، منہاج القرآن، ۱۹۹۸ء، ص ۵۳، ۵۴، ۹۰۔ ایضاً، ص ۱۰۹

۹۱۔ البلاذری، فتوح البلدان، دار النشر القاہرہ، ۱۹۵۷ء، ص ۲۷

۹۲۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، رسول اکرم اور رواداری، کراچی فضلی سنز، ۹۸ء، ص ۶۱

۹۳۔ امیر علی/ روح اسلام، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۱۷۹۔۱۸۰

۹۴۔ Gibbon, Edward/ The decline and Fall of the Roman Empire, Everymans edition. Vol-V, P-269,270

۹۵۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، رسول اکرم اور رواداری، کراچی فضلی سنز، ۹۸ء، ص ۶۳

(96) J.J Sauders/ A History of Medieval Islam. London, 1965, P-34,35

۹۷۔ محمد ثانی، تجلیات سیرت، فضلی سنز کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۲۳

۹۸۔ نثار احمد، مطالعہ سیرت اور مستشرقین، (مقالہ) مطبوعہ اسلام اور مستشرقین، مرتب، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، دارالمصنفین اعظم گڑھ انڈیا، ۱۹۷۶ء، ۳/۶۰،

۹۹۔ ظفر علی قریشی، شان رسالت ﷺ میں گستاخی کی بحث کا تنقیدی جائزہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا، ۱۹۹۵ء، ص ۳۹

۱۰۰۔ ایضاً ص ۴۰، Watt, W. Montgomery/ Muhammadat Mecca, Oxford. 1953, P52

۱۰۱۔ Scott. S.P/ History of Moorish empire in Europe, Philadelphia, 1904, P-58,59

۱۰۲۔ محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین ﷺ، دارالاشاعت کراچی، ۱۴۱۱ھ، ۱/۱۲۹

۱۰۳۔ سوامی لکشمی پرشاد، عرب کا چاند، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ص ۳۵۳، طبع پنجم

۱۰۴۔ ڈاکٹر خالد علوی، انسانِ کامل، لاہور، الفیصل، ص ۵۱۰

۱۰۵۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت، لاہور، اسلامک پبلیشرز، ص ۱۱۰،

۱۰۶ مشکوۃ، کتاب الآداب، باب السلام ، ۲/۵۴۲

۱۰۷۔ ترمذی، کتاب الاستیذان، باب ما جاء فی التسلیم علی الصبیان، ۵/۵۷، ابن ماجه، کتاب الادب، باب السلام علی الصبیان، ۲/۱۲۰۹

۱۰۸۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب رحم صلی الله علیه وسلم للصبیان، ۷/۷۶، ۷۷، ابن ماجه، کتاب الادب، باب بر الوالد والاحسان، ۲/۱۲۰۹

۱۰۹۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاه بعد الصبح و فضل المساجد، ۲/۱۳۲، ۱۳۳

۱۱۰۔ حضرت ابن عمرؓ کا طرزِ عمل اس کی شہادت ہے، فتح الباری، کتاب الاستیذان، باب افشاء السلام، ۱۱/۱۶

۱۱۱۔ ترمذی، کتاب المناقب، باب فی بشاشة النبی، ۶۰۱/۵

۱۱۲۔ ترمذی، کتاب البر، باب ماجاء فی طلاقة الوجه، ۳۴۷/۴

۱۱۳۔ بخاری، کتاب الایمان، ۱۵/۱

۱۱۴۔ بخاری، کتاب المغاری، حدیث کعب بن مالک، ۱۰۳/۵

۱۱۵۔ بخاری، کتاب النفقات، باب نفقة المعسر علی اهله، ۱۹۴/۶

۱۱۶۔ بخاری، کتاب المرضی، باب وجوب عیادة المریض، ۵/۷، ۶/۷

۱۱۷۔ بخاری، کتاب المرضی، باب عیادة الاعراب، ۶/۷، ۷

۱۱۸۔ ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب لانس، ۶۸۱/۵

۱۱۹۔ مسلم، کتاب الشعر، ۴۹/۷، ابن ماجه، کتاب الادب، باب الشعر، ۱۲۳۹/۲

۱۲۰۔ بخاری، کتاب الادب، باب مَنْ سط له فی الرزق بصلة الرحم، ۷۲/۷

۱۲۱۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الایمان، ۴۹/۱

۱۲۲۔ ایضاً

۱۲۳۔ ترمذی، کتاب البر، باب ماجاء فی ادب الولد، ۳۳۸/۴

۱۲۴۔ بخاری، کتاب الادب، باب ماینهی عن التحاسد، ۸۸/۷

۱۲۵۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب مایکره من الصلوة علی المنافقین، ۱۰۰/۳،
باب الکفن فی الفیص الذی، ۷۶/۲

۱۲۶۔ بخاری، کتاب المغازی، باب قتل حمزة، ۳۶/۵

۱۲۷۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر هند بنت عتبه، ۲۳۲/۴

۱۲۸۔ مشکوة کتاب الادب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، ۶۱۳/۲

۱۲۹۔ بخاری، کتاب الدب، باب الرفق فی الامر کله، ۸۰/۷

۱۳۰۔ کنز، کتاب المواعظ، ۱۲۸/۱۶

۱۳۱۔ بخاری، کتاب الدب، باب لم یکن النبی فاحشا، ۸۲/۷

۱۳۲۔ بخاری، کتاب الدب، باب اکرام الغنیف، ۷/۴ ۱۰
۱۳۳۔ بخاری، کتاب الادب، باب لکم یکن النبی فاحشا، ۸۲/۷
۱۳۴۔ بخاری، کتاب الادب، باب کل معروف صدقۃ، ۷۹/۷
۱۳۵۔ بخاری، باب رحمۃ الناس بالھائم، ۷۷/۷،
۱۳۶۔ بخاری، باب رحمۃ الناس بالبھائم، ۷۷/۷،
۱۳۷۔ ڈاکٹر خالد علوی، انسان کامل، لاہور، الفیصل، ناشران وتاجران کتب،
۱۳۸۔ معین الدین ندوی، تاریخ خلفائے راشدین، ص ۵
۱۳۹۔ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۴۵ ۱۴۰۔ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۴۵
۱۴۱۔ معین الدین ندوی، خلفائے راشدین، ص ۶۱
۱۴۲۔ شبلی نعمانی، الفاروق، ج ۲، ص ۱۴۰ ۱۴۳۔ شبلی نعمانی، الفاروق، ج ۱، ص ۱۲۰
۱۴۴۔ کتاب الخراج، باب ۱۳، فصل ۲ ۱۴۵۔ القرآن سورۃ الکافرون، آیت ۶
۱۴۶۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، لاہور، الفیصل، ۲/۲۱۴
۱۴۷۔ القرآن سورۃ بقرہ، آیات ۸۷، ۸۸، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۳، ۲۱۷
۱۴۸۔ القرآن سورۃ آل عمران آیات ۷۲ تا ۷۴
۱۴۹۔ القرآن، سوۃ النساء، آیت ۵۱
۱۵۰۔ خلاصہ آیات القرآن سورۃ النساء: ۱، سورۃ الحجرات: ۱۳، خطبہ حجۃ الوداع
۱۵۱۔ خلاصہ آیات القرآن سورۃ البقرہ: ۴، سورۃ النحل: ۳۶، سورۃ الشوریٰ ۱۳
۱۵۲۔ القرآن، سورۃ الانفال، آیت ۶۱
۱۵۳۔ مسلمانوں کا سیاسی عروج وزوال، ص ۲۰۱
۱۵۴۔ احمد بن حنبل، المسند، بیروت، دار الحیاء، التراث العربی ۱۹۹۳ء، ج ۳، ص ۱۹۶
۱۵۵۔ ترمذی، ج ۲، ص ۱۸۰ ۱۵۶۔ القرآن، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۷۰
۱۵۷۔ القرآن، سورۃ النحل، آیت ۱۲۵ ۱۵۸۔ القرآن، سورۃ ہود، آیت ۸۸

نیکی کی حقیقت

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِکَةِ وَالۡکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنَ وَابۡنَ السَّبِیۡلِ وَالسَّآئِلِیۡنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا وَالصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیۡنَ الۡبَاۡسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ۔

(سورۃ البقرہ:۱۷۷)

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کو (قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور خدا کی کتاب پر اور پیغمبر پر ایمان لائے، اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ) کریں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں، اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں، اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں، یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (خدا سے) ڈرنے والے ہیں۔